﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿.....اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿.....عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد 18 | جمعۃ المبارک 15/اپریل 2011ء | شمارہ 15
11/جمادی الاوّل 1432 ہجری قمری ❁ 15/شہادت 1390 ہجری شمسی

ارکان اسلام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔
اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری کتاب الایمان)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

بہت سی مخلوق ایسی ہے کہ لوگ ان کو مومن اور راستباز سمجھتے ہیں مگر آسمان پر ان کا نام کافر ہے۔
حقیقی مومن اور راستباز وہی ہے جس کا نام آسمان پر مومن ہے۔ دنیا کی نظر میں خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔

انسان بعض وقت ظاہری اعمال کو دیکھ کر دھوکا کھاجاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں تسبیح ہے یا وہ تہجد و اشراق پڑھتا ہے، بظاہر ابرار و اخیار کے کام کرتا ہے تو اس کو نیک سمجھ لیتا ہے۔ یہ پوست اور قشر ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور کبھی راضی نہیں ہوتا جب تک وفاداری اور صدق نہ ہو۔ اگر ان کی آرزوئیں اور مرادیں پوری ہوتی رہیں تو وہ خدا کو مانتے رہیں گے اور اگر پوری نہ ہوں تو پھر اس سے ناراض اور شکایت کا دفتر کھلا ہوا ہے۔ تو جن کی یہ حالت ہے ان میں صدق و وفا نہیں ہے۔

’’یادرکھو اور سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کیا یہود تورات کو چھوڑ بیٹھے تھے اور اس پر ان کا عمل نہ تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہودی تو اب تک بھی تورات کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں اور رسوم آج بھی اُسی طرح ہوتی ہیں جیسے اُس وقت کرتے تھے۔ وہ برابر آج تک بیت المقدس کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں اور اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے عالم اور احبار بھی اُس وقت موجود تھے۔ اُس وقت پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ کی کیا ضرورت پڑی تھی؟ دوسری طرف عیسائی قوم تھی۔ ان میں بھی ایک فرقہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کو مانتا تھا۔ پھر کیا وجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معبوث فرمایا اور کتاب اللہ کو بھیجا؟ یہ ایک سوال ہے جس پر ہمارے مخالفوں اور ایسا اعتراض کرنے والوں کو غور کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ ایک باریک مسئلہ ہے لیکن جو لوگ غور اور فکر کرتے ہیں اُن کے لئے باریک نہیں ہے۔
یادرکھو اللہ تعالیٰ روح اور روحانیت پر نظر کرتا ہے وہ ظاہری اعمال پر نگاہ نہیں کرتا۔ وہ ان کی حقیقت اور اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ ان کے اعمال کی تہ میں خود غرضی اور نفسانیت ہے یا اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اور اخلاص۔ مگر انسان بعض وقت ظاہری اعمال کو دیکھ کر دھوکا کھاجاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں تسبیح ہے یا وہ تہجد و اشراق پڑھتا ہے، بظاہر ابرار و اخیار کے کام کرتا ہے تو اس کو نیک سمجھ لیتا ہے مگر خدا تعالیٰ کو تو پوست پسند نہیں۔ یہ پوست اور قشر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور کبھی راضی نہیں ہوتا جب تک وفاداری اور صدق نہ ہو۔ بے وفا آدمی کُتّے کی طرح ہے جو مُردار دنیا پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ بظاہر نیک بھی نظر آتے ہوں، لیکن افعال ذمیمہ اُن میں پائے جاتے ہیں اور پوشیدہ بدچلنیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ریاکاری سے بھری ہوئی ہوں ان نمازوں کو ہم کیا کریں اور ان سے کیا فائدہ؟ ‘‘۔
{البدر میں ہے:’’اگر ان کی آرزوئیں اور مرادیں پوری ہوتی رہیں تو وہ خدا کو مانتے رہیں گے اور اگر پوری نہ ہوں تو پھر اس سے ناراض اور شکایت کا دفتر کھلا ہوا ہے۔ تو جن کی یہ حالت ہے ان میں صدق و وفا نہیں ہے۔ خدا ان کی نمازوں کو کیا کرے۔ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہرگز نمازی نہیں ہیں اور ان کی نمازیں سوائے اس کے کہ زمین پر ٹکریں ماریں اور کچھ حکم نہیں رکھتیں‘‘۔ (البدر جلد 3 نمبر 3 مورخہ 16/جنوری 1904ء)}
’’نماز اس وقت حقیقی نماز کہلاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے سچّا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کرلے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دے دینے اور مرنے کے لئے تیار ہوجائے۔ جب یہ حالت انسان میں پیدا ہوجائے اُس وقت کہا جائے گا کہ اس کی نماز، نماز ہے۔ مگر جب تک یہ حقیقت انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتی اور سچے اخلاص اور وفاداری کا نمونہ نہیں دکھلاتا اُس وقت تک اُس کی نمازیں اور دوسرے اعمال بے اثر ہیں۔
بہت سی مخلوق ایسی ہے کہ لوگ ان کو مومن اور راستباز سمجھتے ہیں مگر آسمان پر ان کا نام کافر ہے‘‘۔
{البدر میں ہے:’’بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ مخلوق کے نزدیک راستباز ہیں، متقی ہیں، نیک بخت ہیں لیکن ان کا تعلق خدا تعالیٰ سے صاف نہیں ہے اور وہ محویت اور دین کا تقدم دنیا پر جو خدا چاہتا ہے ان میں نہیں ہے۔ اس لئے خدا کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ سچے ایمانداروں کی جو علامات ہیں اگر ان سے تم ان کو پرکھو تو ایک بھی اُن میں نظر نہ آوے گی‘‘۔ (البدر جلد 3 نمبر 3 صفحہ 3)}
اس واسطے حقیقی مومن اور راستباز وہی ہے جس کا نام آسمان پر مومن ہے، دنیا کی نظر میں خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔ حقیقت میں یہ بہت ہی مشکل گھاٹی ہے کہ انسان سچا ایمان لاوے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل اخلاص اور وفاداری کا نمونہ دکھلاوے۔ جب انسان سچا ایمان لاتا ہے تو اس کے بہت سے نشانات ہوجاتے ہیں۔ قرآن شریف نے سچے مومنوں کی جو علامات بیان کی ہیں وہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان علامات میں سے ایک بڑی علامت جو حقیقی ایمان کی ہے وہ یہی ہے کہ جب انسان دُنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اس سے اس طرح الگ ہوجاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر آجاتا ہے اس طرح پر جب انسان نفسانیت کی کینچلی سے باہر آجاتا ہے۔ اسی طرح پر جب انسان نفسانیت کی کینچلی سے باہر آجاتا ہے تو وہ مومن ہوتا ہے اور ایمان کامل کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰـہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو تقویٰ سے بھی بڑھ کر کام کرتے ہیں یعنی محسنین ہوتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 500تا502. جدید ایڈیشن۔مطبوعہ ربوہ)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے

(خطاب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرمودہ 28 دسمبر 1927ء برموقع جلسہ سالانہ)

(پانچویں قسط)

(11) گیارہویں، لوگ قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں غلطی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایسے اصول پر تفسیر قرآن کریم کی بنا رکھی کہ غلطی کا امکان بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ ان اصول کے ذریعہ سے ہی خداتعالیٰ نے آپ کے اَتباع پر قرآن کریم کے ایسے معارف کھولے ہیں جو اور لوگوں پر نہیں کھلے۔ چنانچہ مَیں نے بھی کئی مرتبہ اعلان کیا ہے کہ قرآن کریم کا کوئی مقام کسی بچہ سے کھلوایا جائے یا قرعہ ڈال لیا جائے پھر اس جگہ کے معارف مَیں بھی لکھوں گا، دوسری کسی جماعت کا نمائندہ بھی لکھے۔ پھر معلوم ہو جائے گا کہ خداتعالیٰ کس کے ذریعہ قرآن کریم کے معارف ظاہر کراتا ہے۔ مگر کسی نے یہ بات منظور نہ کی۔

صحیح قرآنی تفسیر کے اصول

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اصول تفسیر بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(1) آپ نے بتایا کہ قرآن کریم خداتعالیٰ کا راز ہے اور راز اُن پر کھولے جاتے ہیں جو خاص تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خداتعالیٰ سے تعلق پیدا کرے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ قرآن کریم کی تفسیریں جن لوگوں نے لکھی ہیں وہ نہ صوفی تھے نہ ولی بلکہ عام مولوی تھے جو عربی جاننے والے تھے۔ ہاں انہوں نے بعض آیتوں کی تفسیریں لکھی ہیں اور نہایت لطیف تفسیریں لکھی ہیں۔ جیسا کہ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی کی کتب میں آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر آتی ہے تو ایسی لطیف ہوتی ہے کہ دل اس کی صداقت کا قائل ہو جاتا ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ قرآن کریم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلق باللہ حاصل ہو۔

(2) دوسرا اصل آپ نے یہ بتایا کہ قرآن کریم کا ہر ایک لفظ ترتیب سے رکھا گیا ہے۔ اس نکتہ سے قرآن کریم کی تفسیر آسان بھی ہوگئی ہے اور اس کے لطیف معارف بھی کھلتے ہیں۔ پس چاہئے کہ جب کوئی قرآن کریم پر غور کرے تو اس بات کو مدّنظر رکھے کہ خداتعالیٰ نے ایک لفظ کو پہلے کیوں رکھا ہے اور دوسرے کو بعد میں کیوں۔ جب وہ اس پر غور کرے گا تو اسے حکمت سمجھ میں آ جائے گی۔

(3) قرآن کریم کا کوئی لفظ بے مقصد نہیں ہوتا۔ اور کوئی لفظ زائد نہیں ہوتا۔ ہر لفظ کسی خاص مفہوم اور مطلب کے ادا کرنے کے لئے آتا ہے۔ پس کسی لفظ کو یونہی نہ چھوڑ دو۔

(4) جس طرح قرآن کریم کا کوئی لفظ بے معنی نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ جس سیاق وسباق میں آتا ہے وہیں اس کا آنا ضروری ہوتا ہے۔ پس معنے کرتے وقت پہلے اور پچھلے مضمون کے ساتھ تعلق سمجھنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔ اگر سیاق وسباق کا لحاظ نہ رکھا جائے تو معنے کرنے میں غلطی ہوتی ہے۔

(5) قرآن کریم اپنے ہر دعویٰ کی دلیل خود بیان کرتا ہے۔ اس کے متعلق مفصل پہلے بیان کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جہاں قرآن کریم میں کوئی دعویٰ ہو وہاں اس کی دلیل بھی تلاش کرو ضرور مل جائے گی۔

(6) قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی بات نامکمل نظر آئے اس کے متعلق دوسرا ٹکڑا دوسری جگہ تلاش کرو جو ضرور مل جائے گا اور اس طرح وہ بات مکمل ہو جائے گی۔

(7) قرآن کریم میں تکرار نہیں۔ اس کے متعلق میں تفصیلاً پہلے بیان کر آیا ہوں۔

(8) قرآن کریم میں محض قصے نہیں ہیں۔ بلکہ ہر گزشتہ واقعہ پیشگوئی کے طور پر بیان ہوا ہے۔ یہ بھی پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(9) قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہے۔ پہلے لوگوں کو جو آیت سمجھ نہ آتی تھی اس کے متعلق کہہ دیتے کہ وہ منسوخ ہے اور اس طرح انہوں نے قرآن کریم کا بہت بڑا حصہ منسوخ قرار دے دیا۔ ان کی مثال ایسی ہی تھی۔ جیسے کہتے ہیں کسی شخص کا خیال تھا کہ وہ بڑا بہادر ہے۔ اس زمانہ میں بہادر لوگ اپنا کوئی نشان قرار دے کر اپنے جسم پر گدواتے تھے۔ اس نے اپنا نشان شیر قرار دیا اور اسے بازو پر گدوانا چاہا۔ وہ گُودنے والے کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میرے بازو پر شیر کا نشان گُود دو۔ جب وہ گُودنے لگا اور سوئی چبھوئی تو اسے درد ہوئی اور اس نے پوچھا کیا چیز گُودنے لگے ہو۔ گُودنے والے نے کہا۔ شیر کا کان بنانے لگا ہوں۔ اس نے کہا اگر کان نہ ہو تو کیا اس کے بغیر شیر، شیر نہیں رہتا؟ گُودنے والے نے کہا کہ نہیں۔ پھر بھی شیر ہی رہتا ہے۔ اس نے کہا اچھا تب کان کو چھوڑ دو۔ اسے بھی پہلے بہانہ سے چھڑا دیا۔ اسی طرح جو حصہ وہ گُودنے لگتا وہی چُھڑا دیتا۔ آخر گودنے والے نے کہا کہ اب تم گھر جاؤ۔ ایک ایک کر کے سب حصے ہی ختم ہو گئے ہیں۔ یہی حال قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ ماننے والوں کا تھا۔ گیارہ سو آیات انہوں نے منسوخ قرار دے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ قرآن کریم کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہے۔ اور جن آیات کو منسوخ کہا جاتا تھا۔ ان کے نہایت لطیف معانی اور مطالب بیان فرمائے۔

(10) ایک گُر آپ نے قرآن کریم کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ خداتعالیٰ کا کلام اور اس کی سنت آپس میں مخالف نہیں ہو سکتے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خداتعالیٰ کے کلام کی سائنس مخالف نہیں ہوتی۔ کیونکہ سائنس بعض اوقات خود غلط بات پیش کرتی ہے اور اس کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے۔ بلکہ فرمایا کہ خداتعالیٰ کی سنت اس کے کلام کے خلاف نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ جس طرح کلامِ الٰہی کے سمجھنے میں لوگ غلطی کر جاتے ہیں اسی طرح فعلِ الٰہی کے سمجھنے میں بھی غلطی کر جائیں۔

(11) آپ نے یہ بھی بتایا کہ عربی زبان کے الفاظ مترادف نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے حروف بھی اپنے اندر مطالب رکھتے ہیں۔ پس ہمیشہ معانی پر غور کرتے ہوئے اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے جو اس قسم کے دوسرے الفاظ میں پائے جاتے ہیں تا کہ وہ زائد بات ذہن سے غائب نہ ہو جائے جو ایک خاص لفظ کے چننے میں اللہ تعالیٰ نے مدنظر رکھی تھی۔

(12) قرآن کریم کی سورتیں بمنزلہ اعضاء انسانی کے ہیں جو ایک دوسرے سے مل کر اور ایک دوسرے کے مقابل پر اپنے کمال ظاہر کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کسی بات کو سمجھنا ہو تو سارے قرآن پر نظر ڈالنی چاہئے۔ ایک ایک حصہ کو الگ الگ نہیں لینا چاہئے۔

(13) تیرھویں غلطی لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے قرآن کریم احادیث کے تابع ہے حتی کہ یہاں تک کہتے تھے کہ احادیث قرآن کی آیات کو منسوخ کر سکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلطی کو اس طرح دور کیا کہ آپ نے فرمایا قرآن کریم حاکم ہے اور احادیث اس کے تابع ہیں۔ ہم صرف وہی حدیث مانیں گے جو قرآن کریم کے مطابق ہوگی، ورنہ ردّ کر دیں گے۔ اسی طرح وہ حدیث جو قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل تسلیم ہوگی۔ کیونکہ خداتعالیٰ کا کلام اور اس کا فعل مخالف نہیں ہو سکتے۔

(14) چودھواں نقص لوگوں میں یہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن ایک مجمل کتاب ہے جس میں موٹی موٹی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی باتوں کی تفصیل اس میں نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے جس نے روحانیات، معادیات، تمدنیات، سیاسیات اور اخلاقیات کے متعلق جتنے امور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہیں، وہ سارے کے سارے بیان کر دیئے ہیں۔ اور فرمایا مَیں یہ سب باتیں نکال کر دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

(15) پندرھویں غلطی یہ لوگوں کو لگی ہوئی تھی کہ قرآن کریم کی بعض تعلیمیں وقتی اور عرب کی حالت اور اس زمانہ کے مطابق تھیں۔ اب ان میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ سید امیر علی جیسے لوگوں نے لکھ دیا کہ فرشتوں کا اعتقاد اور کثرت ازدواج کی اجازت ایسی ہی باتیں ہیں۔ دراصل یہ لوگ عیسائیوں کے اعتراضوں سے ڈرتے تھے اور اس ڈر کی وجہ سے لکھ دیا کہ یہ باتیں عربوں کے لئے تھیں ہمارے لئے نہیں ہیں اب ان کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ بات غلط ہے۔ قرآن کریم کے سارے احکام صحیح (ہیں) اور کوئی حکم وقتی نہیں سوا اس کے جس کے متعلق قرآن کریم نے خود بتا دیا ہو کہ یہ فلاں وقت اور فلاں موقع کے لئے حکم ہے۔

آپ نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لانے والے تھے اس لئے سب تعلیمیں قرآن کریم میں موجود ہیں اور ہر زمانہ کے لئے ہیں۔ ہاں ان تعلیموں پر عمل کرنے کے اوقات خود اس نے بتا دیئے ہیں۔ اور قرآن کریم کی کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جس پر عمل ہمیشہ کے لئے بند ہو یا ایسی کوئی تعلیم نہیں ہے جس پر کوئی عمل نہ کر سکے۔ اور تفصیلاً آپ نے ان اعتراضوں کو دور کیا جو ملائکہ اور کثرتِ ازدواج اور ایسے ہی دوسرے مسائل پر پڑتے تھے۔

(16) سولہویں غلطی لوگوں کو یہ لگ رہی تھی کہ وہ قرآن کریم کو ایک متبرک کتاب قرار دیتے تھے اور روزمرہ کام آنے والی کتاب نہیں سمجھتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اس کی تلاوت اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی طرف سے وہ بالکل بے پرواہ ہو گئے تھے۔ خوبصورت جُزدانوں میں لپیٹ کر قرآن کریم کو رکھ دینا یا خالی لفظ پڑھ لینے کافی سمجھتے تھے۔ کہیں قرآن کریم کا درس نہ ہوتا تھا۔ حتی کہ اس کا ترجمہ تک نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ ترجمہ کے لئے سارا دارومدار تفسیروں پر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس زمانہ میں وہ شخص ہوئے ہیں جنہوں نے قرآن کو قرآن کر کے پیش کیا اور توجہ دلائی کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا چاہئے۔ آپ سے پہلے قرآن کا کام صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ جھوٹی قسمیں کھانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا مُردوں پر پڑھا جائے۔ یا اچھا خوبصورت غلاف چڑھا کر طاق میں رکھ دیا جائے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ شاعروں نے خداتعالیٰ کی حمد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں تو بیشمار نظمیں لکھی ہیں۔ مگر قرآن کریم کی تعریف میں کسی نے بھی کوئی نظم نہیں لکھی۔ پہلے انسان حضرت مرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے قرآن کی تعریف میں نظم لکھی اور فرمایا:۔

جمال وحسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنی ہوتی ہے تو وہ انہیں مل جاتی ہے۔ خداتعالیٰ کی حمد کے شعر پڑھنے ہوتے ہیں تو وہ انہیں مل جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کی تعریف میں انہیں نظم نہیں ملتی اور دشمن سے دشمن بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے کہ مرزا صاحب خود تو بُرے تھے مگر یہ شعر انہوں نے بہت اچھے کہے ہیں آپ کے کلام کو پڑھنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحیح معنوں میں قرآن کریم کو ثریا سے لائے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پانچواں کام ملائکہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

پانچواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا ہے کہ ملائکہ کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں انہیں آپ نے دور کیا ہے۔

(1) بعض لوگ کہتے تھے کہ قوائے انسانی کا نام ملائکہ رکھا گیا ہے ورنہ خداتعالیٰ کو ملائکہ کی کیا ضرورت ہے۔

آپ نے اس شُبہ کا بہ زور ردّ کیا اور بتایا کہ ملائکہ کا وجود وہمی نہیں ہے بلکہ وہ کارخانہ عالم میں ایک مفید اور کارآمد وجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

(الف) ملائکہ کی ضرورت اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے مگر ان کا وجود انسانوں کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح خداتعالیٰ بغیر کھانے کے انسان کا پیٹ بھر سکتا ہے لیکن اس نے کھانا بنایا۔ بغیر سانس کے زندہ رکھ سکتا تھا مگر اس نے ہوا بنائی۔ بغیر پانی کے سیر کر سکتا تھا مگر اس نے پانی بنایا۔ بغیر روشنی کے دکھا سکتا تھا مگر اس نے روشنی بنائی۔ بغیر ہوا کے سنا سکتا تھا مگر آواز کو پہنچانے کے لئے اس نے ہوا بنائی۔ اور اس کے اس کام پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسی طرح اس نے اگر اپنا کلام پہنچانے کے لئے ملائکہ کا وجود بنایا تو حاجت اور ضرورت کا سوال کیوں پیدا ہو گیا؟ باقی ذرائع کے پیدا کرنے سے اگر خداتعالیٰ کی احتیاج نہیں بلکہ بندہ کی احتیاج ثابت ہوتی ہے تو ملائکہ کے پیدا کرنے سے خداتعالیٰ کی احتیاج کیونکر ثابت ہوئی؟ ان کی پیدائش بھی مخلوق کی ضرورت کے لئے ہے نہ کہ خداتعالیٰ کی احتیاج کی وجہ سے۔

(ب) دوسرا جواب آپ نے یہ دیا کہ انسان کی عملی اور ذہنی ترقی کے لئے ملائکہ کا وجود ضروری ہے۔ علمی ترقی اس طرح ہوتی ہے کہ جو باتیں مخفی در مخفی رکھی گئی ہیں ان کو انسان دریافت کرتے جاتے ہیں اور ترقی کرتے جاتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ کارخانہ عالم اس طرح چلایا جاتا کہ نتائج یکدم نہ نکلتے بلکہ مخفی در مخفی اسباب کا نتیجہ ہوتے، تا کہ انسان ان کو دریافت کر کے علوم میں ترقی کرتا جاتا اور دنیا اس کے لئے ایک طے شدہ سفر نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ اس کے لئے کام موجود رہتا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی ملائک ہیں۔

باقی صفحہ13 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر140

مکرم ایمن المالکی صاحب

تعارف اور تعلیم:

میرا تعلق فلسطین سے ہے، میرا گاؤں ''کفر مالک'' رام اللہ کے علاقے میں بیت المقدس سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے جہاں ایک عام سرکاری ملازم کے متوسط اور قدرے غیر دینی گھرانے میں 10 ستمبر 1985ء کو میری پیدائش ہوئی۔

مڈل تک تعلیم کے دوران خدا کے فضل سے کئی میدانوں میں مجھے اتنے میڈلز ملے کہ چھوٹے سے گھر کے کمروں کی دیواریں سج گئیں۔ علاوہ ازیں سکاؤٹنگ میں 14 سال کی عمر میں اپنے شہر کی نمائندگی کا اعزاز حاصل ہوا اور کراٹے کے ڈومیسٹک مقابلوں میں بھی دوسری پوزیشن لی۔ ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مجھے قرآن کریم سے بھی عشق تھا جس کی بنا پر تلاوت قرآن کریم میں بھی اپنے سکول میں نمایاں مقام پایا۔

اسلام سے فطری محبت پر نفرت کی پھوار

مجھے اسلام سے اور آنحضرت ﷺ سے فطری محبت ہے جس کی وجہ سے مَیں شروع سے ہی دینی امور کی طرف راغب تھا۔ اپنے گھر میں مَیں اکیلا نماز کا پابند تھا۔ مجھے مسجد میں روحانی سکون ملتا تھا اور مسجد جانے والوں سے دوستی اور محبت و عقیدت رکھتا تھا لیکن ہائی سکول میں ہمیں جو دینی امور سکھائے جاتے تھے ان میں سے بعض کو مَیں کسی طور بھی قبول کرنے سے قاصر تھا اور مجھے بار بار یہ خیال گزرتا کہ اسلام اور آنحضور ﷺ ان غلط مفاہیم سے بری ہیں۔ ان مفاہیم میں جنّوں کے متعلق بے سروپا باتیں، قتلِ مرتد کا عقیدہ، غیر مذاہب کے ماننے والوں سے نفرت اور ان کے لئے ہلاکت اور عذاب کی تمنا اور کافروں پر خدائی عذاب کا مزے لے لے کر ذکر کرنا شامل ہیں۔ مَیں یہی دعا کرتا کہ اے اللہ! تُو مجھے حق کی ہدایت عطا فرما۔ مجھے تجھ سے اور تیرے رسول سے شدید محبت ہے لیکن نہ جانے کیوں تیرے اور تیرے رسول کے نام پر پھیلائے ہوئے یہ خیالات سن کر ایسے محسوس نہیں ہوتا کہ ان پر عمل کر کے تجھ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس لئے تُو ہی میری راہنمائی فرما۔ چنانچہ مَیں نے خود تحقیق کرنے کی کوشش کی حتی کہ مَیں نے ہائی سکول کی تعلیم کے بعد کالج اور یونیورسٹی میں علومِ شریعت پڑھنے کا فیصلہ کیا لیکن والد صاحب نے اس خوف سے اجازت نہ دی کہ کہیں مَیں اسلامی علوم پڑھنے سے متشدد اور بنیاد پرست مسلمان بن کر کسی تنظیم سے منسلک نہ ہو جاؤں۔ اس کے باوجود بعض تنظیموں نے یہ پیشکش کی کہ اگر مَیں ان کا حصہ بن جاؤں تو مجھے ملک کی اچھی سے اچھی یونیورسٹی میں داخلہ دلوا سکتے ہیں۔ اسلامی لبادہ اوڑھے ہوئے یہ بعض تنظیمیں اس قدر خود پسندی کے عیب میں مبتلا تھیں کہ اگر ان میں سے کسی کے ساتھ منسلک ہونے سے انکار کر دیا جاتا تو ان کی طرف سے ایسا ردّعمل ظاہر ہوتا تھا جیسے کوئی نہ صرف ان کی تنظیم سے بلکہ اسلام سے ہی نکل گیا ہے۔ بہر حال مَیں نے ان سب جھنجھٹوں سے دُور ہونے کے لئے بالآخر تعلیمی میدان میں ایسے شعبہ کا انتخاب کیا جس کی تعلیم ملک میں میسر نہ تھی لہذا اس کے لئے مجھے مصر کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ جہاں سے پڑھائی کے بعد 2006ء میں واپسی ہوئی تو مختلف انسانی رویوں کے پیش نظر انسان کے بارہ میں جاننے کی خواہش پیدا ہوئی اور مَیں نے علم النفس پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اس پورے عرصہ میں میری دینی تحقیق بھی جاری رہی۔ مجھے جب بھی کسی دینی جماعت کا علم ہوتا تو ایسے محسوس ہوتا کہ جیسے میرے ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کا حل اس کے پاس ہوگا اور یہ جماعت حقیقی اسلام کی تصویر ہوگی لیکن بالآخر مایوسی ہوتی کہ میری مطلوبہ متاع یہاں بھی نہ مل سکی۔

خلیفۃ المسلمین

نابلس میں مجھے یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا۔ گوکہ یہ ہمارے گھر سے تقریباً 30 کلومیٹر ہی دور تھی لیکن اسرائیلی فوجیوں کی ناکہ بندیوں اور جگہ جگہ چیک پوسٹوں پر تلاشی کی کارروائیوں کی وجہ سے روزانہ آنا جانا مشکل تھا اس لئے مَیں نے اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مل کر یونیورسٹی کے قرب میں ایک چھوٹا سا فلیٹ کرائے پر لے لیا۔ یہ جولائی 2007ء کی بات ہے کہ مَیں بیٹھا ٹی وی پر کوئی معروف عربی چینل دیکھ رہا تھا کہ اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ دو تین منٹ کے بعد ہی جب آنکھ کھلی تو مَیں نے اپنے ٹی وی پر ایک عجیب چینل لگا ہوا دیکھا، مَیں حیران رہ گیا کہ مَیں تو کوئی اور چینل دیکھ رہا تھا پھر یہ چینل کونسا ہے؟ اور کیسے لگ گیا؟ اور اس چینل پر یہ کونسا جلسہ سالانہ دکھایا جا رہا ہے؟ اور یہ خطاب فرمانے والا وجود کون ہے؟ اچانک سکرین پر اس خطیب کے نام کے ساتھ خلیفہ کا لفظ لکھا ہوا دکھائی دیا۔ خلیفہ کا لفظ پڑھتے ہی میرے تن بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ مَیں نے سمجھا شاید مَیں ابھی تک کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو میرے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرا ایک ساتھی چند گھنٹوں سے اسی فلیٹ میں سو رہا ہے لہذا مَیں اس کو آوازیں دیتا ہوا اس کے کمرے تک جا پہنچا اور اسے جگا کر کہا کہ اٹھو دیکھو اسی زمین پر خلیفۃ المسلمین موجود ہیں اور خطاب فرما رہے ہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ہمیں اس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ میرا یہ دوست آنکھیں ملتا ہوا آیا اور چند منٹ ٹی وی دیکھنے کے بعد بڑبڑاتا ہوا واپس سونے کے لئے چلا گیا۔ لیکن میری تو نیند اڑ چکی تھی لہذا مَیں وہاں سے ایک لمحہ کے لئے اِدھر اُدھر نہ ہو سکا۔ مَیں نے بڑی حیرت اور استعجاب سے سب کچھ دیکھا اور سنا، اور پھر چند دن اس چینل کو دیکھنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے ذہن میں موجود گتھیاں کسی قدر سلجھنے لگی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ احمدیہ جماعت ہے جسے امام مہدی نے آ کر قائم کیا تھا اور ان میں خلافت کا نظام جاری ہے۔

اتفاقات یا تقدیر الٰہی

ابھی اس عجیب وغریب اتفاق پر میری حیرانگی اور تعجب زائل نہ ہوا تھا کہ انہی دنوں میں میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا۔ مجھے کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا اور اس دوست کے ساتھ اپنی پسندیدہ کتب کا تبادلہ کیا کرتا تھا۔ یہ دوست آیا تو آتے ہی ٹیبل پر ایک کتاب رکھی جس کا نام تھا: الجماعة الإسلامية الأحمدية ـ عقائد، مفاهيم ونبذة تعريفية۔ یہ نام پڑھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے کیونکہ میرے اس دوست کو اس بارہ میں کچھ علم نہ تھا کہ مَیں نے جماعت کا چینل دیکھا ہے اور اب اس بارہ میں مزید جاننے کی خواہش ہے۔ پھر اس سے بھی عجیب بات یہ کہ ہم آپس میں صرف ان کتب کا تبادلہ کیا کرتے تھے جو ہماری پسندیدہ ہوتی تھیں جبکہ یہ کتاب اس کو پسند نہیں آئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اس کتاب کے نام میں سے الإسلامية کے لفظ پر کاٹنے کا نشان لگا کر اس کی بجائے النصرانية لکھا ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ یہ کتاب میرے لئے کیوں لے آیا؟ اس کا شاید اس کو بھی علم نہ تھا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ وہ خدا جس کے سپرد مَیں نے اپنی کشتی کر دی تھی وہ خود اب اسے کنارے لگا رہا تھا۔ مَیں نے یہ کتاب صفحہ صفحہ، سطر سطر، اور حرف حرف پڑھ ڈالی۔ ساتھ ساتھ مَیں ایم ٹی اے بھی دیکھتا رہا۔ جوں جوں مَیں مختلف پروگرام دیکھتا گیا میرا تعجب اور حیرت انتہا کو پہنچتے گئے۔ مَیں سمجھنے سے قاصر تھا کہ ایم ٹی اے والوں کو میری سوچوں اور تفکرات کی کیونکر خبر ہو جاتی ہے جس کی بنا پر وہ ایسے پروگرام لگا دیتے ہیں جن میں میرے ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کا جواب ہوتا تھا۔

تحقیق کی ابتدا

شاید کسی کی نظر میں یہ تمام امور محض اتفاقات ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجھ ناتواں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد اور خاص عنایت کا سلوک تھا۔ اس کے باوجود مَیں نہایت غور و تدبر اور عقل و فکر کو استعمال کرتے ہوئے بڑی احتیاط کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشِر کے بعد مَیں نے فون کر کے پیغام چھوڑا کہ اگر ممکن ہو تو مکرم ہانی صاحب مجھ سے بات کریں۔ پانچ دن کے بعد مجھے فون کال موصول ہوئی، اور بولنے والے نے کہا کہ ہانی صاحب تو لندن میں ہیں تاہم مَیں یہاں فلسطین میں ہی ہوں اور اگر کوئی خدمت ہو تو آپ سے ملنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ دوست عبد القادر مدلل صاحب تھے۔ ہم نے اگلے دن صبح سویرے ایک بازار میں ملنے کا وقت طے کر لیا۔ عبد القادر مدلل صاحب نے مجھے جماعت کی عربی ویب سائٹ کے بارہ میں بتایا، نیز مختلف امور اور عقائد کے بارہ میں بات ہوئی۔ ہم اس دلنشیں گفتگو میں اس قدر محو ہوئے کہ دوپہر کا ایک بج گیا۔ دوبارہ ملنے کے وعدہ پر مَیں نے اجازت چاہی اور گھر پہنچ کر عربی ویب سائٹ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا جہاں سے مجھے جماعت کا عقیدہ اور مختلف امور میں نقطۂ نظر سمجھنے کی توفیق ملی۔ میرا طریق یہ تھا کہ مَیں بیک وقت جماعت کی ویب سائٹ سے اور اس کے مخالفین کی ویب سائٹس سے پڑھ رہا تھا تا کہ دونوں آراء کو سامنے رکھ کر کسی نتیجہ تک پہنچ سکوں۔ ساتھ ساتھ مَیں بعض مولویوں کے ساتھ بھی ان امور کے بارہ میں بات چیت کر لیتا تھا تا کہ کوئی پہلو خفاء میں نہ رہ جائے اور میرے فیصلہ میں کسی قسم کی بے انصافی کا دخل نہ رہے۔

ایک بات جس کا مَیں لڑکپن سے ہی قائل تھا یہ تھی کہ صحیح اور سچے اسلام کا نمائندہ وہی ہوسکتا ہے جو آنحضور ﷺ کے عشق میں فنا، آپؐ کے قدموں پر مر مٹنے والا ہو اور اس کی یہ محبت کوئی پوشیدہ راز نہیں ہوگی بلکہ اس کو پہچاننا نہایت آسان ہوگا کیونکہ اس میں اور اس کے ساتھ چلنے والوں میں محمدی اخلاق کا پرتَو جھلک رہا ہوگا۔ چنانچہ میرے دل و دماغ میں راسخ اس خیال کے مطابق جب مَیں نے جائزہ لینا شروع کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ جماعت احمدیہ کے افکار وعقائد اور سیرت نہ صرف میرے مذکورہ خیالات کے عین مطابق ہے بلکہ میرے ذہن میں اٹکے ہوئے جملہ سوالات کا اطمینان بخش جواب فراہم کرتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر بانیٔ جماعت احمدیہ کے عشق محمدی کی قوت اور صدق نے میری آنکھیں خیرہ کر کے رکھ دیں۔ اور میرے دل نے گواہی دی کہ نبی کریم ﷺ سے ایسی محبت ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔

دوسری جانب مَیں نے مولویوں کے جماعت کے خلاف اقوال وافکار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ جوں جوں کسی مولوی کے جماعت کے خلاف جھوٹ اور افتراء کا ثبوت مجھے ملتا گیا مَیں اس مولوی اور اس کے خیالات کو اپنی لسٹ سے خارج کرتا چلا گیا یوں یہ برف پگھلتی گئی اور بالآخر صرف اور صرف جماعت احمدیہ اور اس کی روشن وبیّن سچائی میرے سامنے تھی۔

حقیقی مومنوں کی مثال

انہی ایام میں مجھے عبد القادر مدلل صاحب نے اپنے گھر دعوت پر یہ کہتے ہوئے بلایا کہ امیر جماعت بھی تشریف لا رہے ہیں اس طرح آپ کی ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ اس مجلس میں جانے سے قبل میرے ذہن میں ابھرنے والی امیر کی تصویر کے مطابق میرا خیال تھا کہ مَیں انہیں پہلی نظر میں ہی پہچان جاؤں گا۔ کیونکہ وہ اپنی ہیبت اور جاہ وحشمت اور اثر ونفوذ کی وجہ سے سب میں ممتاز ہوں گے اور ان کے اردگرد تمام لوگ باخوف وخاموش بیٹھے ہوں گے۔ لیکن جب مَیں اس کمرہ میں داخل ہوا جو لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا تو سراپا حیرت بن کے رہ گیا کیونکہ سب کے سب تواضع وعاجزی کی مثال بن کر فرش پر ہی ایسے بیٹھے ہوئے تھے اور حدیث کے الفاظ کے مطابق کنگھی کے دندانوں کی طرح سب برابر دکھائی دے رہے تھے، کوئی خوف یا رعب نہ تھا، کوئی تکبر یا تسلط یا بڑائی کا پہلو نظر نہ آیا، بلکہ اس کے برعکس آپس کی اخوت، محبت، چہروں پر سے

چھلکتا اطمینان وسکینت اور خیر خواہی کے جذبات کا ایسا عملی اظہار تھا جس کی مثال پہلے مَیں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھی تھی۔ مجھے ایسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے مَیں کئی صدیاں قبل کے زمانے میں لوٹ گیا ہوں اور صحابہ کی کسی جماعت کو دیکھ رہا ہوں۔

دعا، رؤیا اور بیعت

مَیں یہ سب دیکھ کر خدا کے حضور نہایت تضرع سے یوں گویا ہوا کہ اے خدا، مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم، مجھے تیری اور تیری محبت کے علاوہ اور کسی چیز کی طلب نہیں ہے۔ اے خدایا تیری اور تیرے نبی کی محبت کا قطب نما تو واضح طور پر جماعت احمدیہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور یہی بات میرے دل کی گہرائیوں میں بیٹھتی چلی جارہی ہے لیکن میری یہ دعا ہے کہ اپنے لطف کے ہاتھ سے مجھے اب کوئی ایسا قاطع اشارہ بھی عطا فرما دے جس کی بنا پر میں باقی رہ جانے والا چند قدم کا فاصلہ بھی کشاں کشاں طے کرسکوں۔ مَیں نے ایسی دعاؤں پر مشتمل استخارہ کیا تو ایک روز خواب میں ایک چھوٹے بچے کو نہایت دکھی حالت میں روتے ہوئے دیکھا۔ وہ بظاہر بہت معصوم دکھائی دیتا تھا لیکن جب مَیں نے اس پر اپنی محبتیں اور شفقتیں نچھاور کرتے ہوئے اسے بہلانے کی کوشش کی تو وہ یکدم ایک خوفناک وحشی جانور کی شکل اختیار کر گیا اور مجھے کھا جانے کے لئے حملہ آور ہوا۔ جونہی مَیں اس سے دور ہوا تو اس نے بھی پہلی حالت کی طرح خوبصورت بچہ کا روپ دھار لیا اور رونا شروع کر دیا۔ مَیں نے خواب میں متعدد بار اس کی مدد کرنے اور اس سے محبت کا اظہار کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار وہ وحشی جانور کی صورت ہی اختیار کر لیتا تھا حتی کہ مجھے ایسے لگا کہ مَیں جس پر ترس کھا رہا ہوں وہ تو میری جان ہی لے لے گا۔ اسی لمحہ مجھے دُور سے ایک نور آتا دکھائی دیا، قریب آنے پر معلوم ہوا کہ محمد شریف عودہ صاحب ہیں جنہوں نے سفید رنگ کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور ان کا چہرہ منور ہے۔ انہوں نے آتے ہی اس خوفناک وحشی جانور کو اٹھایا اور اتنی دور پھینکا کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہم مطمئن ہو کر اکٹھے چلنے لگے۔

اس رؤیا سے مجھے مکمل انشراح صدر ہو گیا اور میرے دل نے کہا کہ یہ جماعت ہی حقیقی طور پر اسلام کی نمائندہ جماعت ہے جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔ لہذا مَیں نے اسی لمحہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور 29 فروری 2008ء کو بیعت فارم پر کر کے اس مبارک جماعت میں داخل ہو گیا۔

تبلیغ اور آغازِ مخالفت

اس کے بعد تو مَیں اپنے گلی محلّہ اور گاؤں کے لوگوں اور عزیز رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے لگا۔ اسی دوران مجھے خیال آیا کہ میرا ایک بہت ہمدرد اور شفیق استاد ہے جس کا مجھ پر بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے مَیں نے چاہا کہ جو خیر مجھے ملی ہے اس میں اسے بھی شریک کروں۔ لہذا مَیں اس کے گھر پہنچا اور جماعت کا تعارف کروایا اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے غلطی پر سمجھیں تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے بچانے کی کوشش کریں۔ لیکن انہوں نے سننے سے ہی انکار کر دیا اور مجھے گاؤں والوں سے بھی اس بارہ میں بات نہ کرنے کی تنبیہ کرتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ اگر تم باز نہ آئے تو مَیں مسجد میں تمہارے بارہ میں خطبہ جمعہ دوں گا کہ تم مسلمانوں کے دشمن ہو اور پھر نہ تمہاری ہم میں شادی ہو سکے گی نہ ہی ہم تمہارا جنازہ پڑھیں گے اور نہ ہی کوئی تمہارے جنازے کے ساتھ چلے گا، نہ تجھے مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ ملے گی۔ یوں مَیں وہاں سے ناکام لوٹ آیا۔

والد صاحب کا سخت رویہ

کچھ ہفتے گزرنے کے بعد میرے گاؤں کے ایک شخص نے جو میرے مذکورہ استاد کا دوست تھا مجھے فون کیا اور ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حسب وعدہ اس شخص کے گھر میں ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ اسے احمدیت کے بارہ میں کچھ علم نہیں ہے لہذا طے پایا کہ ہم ملتے رہیں گے اور ہر بار مختلف فیہ مسائل پر بات ہوا کرے گی۔ ہم نے دو ہفتے بعد کا وقت مقرر کیا۔ مَیں بہت خوش تھا کہ ایک مہذب ماحول میں حجت و برہان کے ساتھ بات ہوگی۔ لیکن چند دنوں کے بعد مجھے والد صاحب کا فون آیا اور انہوں نے فرمایا کہ تم محمد ﷺ اور اسلام کے منکر ہو گئے ہو جس کی بنا پر مَیں نے تمہیں یہ بتانے کیلئے فون کیا ہے کہ آج کے بعد نہ تمہارا مجھ سے کوئی رشتہ ہے نہ ہی مَیں تمہیں جانتا ہوں، لہذا تمہیں گھر واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ آج کے بعد مجھے اپنی شکل نہ دکھانا، یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔

مَیں نے بارہا فون کرنے کی کوشش کی لیکن والد صاحب نے سننے سے انکار کر دیا۔ بعد میں میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ شخص جس نے بظاہر مجھ سے احمدیت کے بارہ میں جاننے کی بات کی تھی اور بحث مباحثہ کا وقت مقرر کیا تھا اسی شخص نے والد صاحب کو جا کر اکسایا ہے۔ بہرحال گھر سے ہر قسم کا رشتہ ٹوٹنے کے بعد مجھے اپنی گزر بسر کا انتظام بھی خود ہی کرنا پڑا اور فوری طور پر اس علاقے میں کوئی کام میسر نہ ہونے کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مجھے چند فلیٹس پر مشتمل ایک عمارت میں ایک نہایت معمولی نوکری کرنی پڑی جس میں فلیٹس کے سامنے کے حصہ کی اور اس کی سیڑھیوں اور کار پارکنگ کی صفائی کرتا تھا نیز کچھ وقت نکال کر مجھے حجام کے پاس بھی کام کرنا پڑا۔

ایک ماہ سے کچھ زائد گزر گیا جس کے بعد میرے والد صاحب کا دل کسی قدر نرم ہوا اور انہوں نے مجھے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی لیکن میرے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا جانے لگا۔ نیز میری والدہ اور بہن بھائیوں کے ساتھ بُرا رویہ روا رکھا گیا۔ یہاں تک کہ 2009ء کے رمضان میں میرے والد نے دوبارہ مجھ پر شدید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا نیز باقی اہل خانہ کو بھی مجھ پر دباؤ ڈالنے کا کہا۔ جب ان کی اس کارروائی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو انہوں نے میری والدہ ہم تین بھائیوں اور ایک بہن کو اپنے گھر سے نکال دیا حالانکہ احمدی صرف مَیں اکیلا ہوا تھا۔ ہمارے پاس نہ کوئی رہنے کی جگہ تھی نہ روزمرہ کے اخراجات کے لئے کوئی وسیلہ۔ نئے گھر اور کام کی تلاش میں مجھے یونیورسٹی سے بھی چھٹیاں کرنی پڑیں جس کا اثر یہ ہوا کہ ایم اے کے امتحانات میں مَیں صرف ایک نمبر کم ہونے کی وجہ سے سکالرشپ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اسی طرح میرا چھوٹا بھائی بھی نفسیاتی مشکلات کا شکار ہو گیا اور میٹرک میں فیل ہو گیا۔ ازاں بعد وہ والد صاحب کے ساتھ بات چیت کر کے معاملہ سلجھانے کی کوشش کرنے لگا۔ بالآخر ان کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ والد صاحب اہل خانہ کو اس شرط پر گھر واپس لانے کے لئے تیار ہیں کہ اگر ایمن ایک سال کے دوران احمدیت چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا تو اسے گھر چھوڑنا ہوگا اور والد صاحب اسے عاق کر دیں گے۔

دوران سال والد صاحب اپنے مختلف دوست بھیج بھیج کر مجھے احمدیت چھوڑنے پر قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے انہوں نے ساز وسامان سے پُر گھر دینے کا لالچ بھی دیا اور شادی کروانے اور کار وغیرہ دینے کی پیشکش بھی کی، علاوہ ازیں نقدی مال دینے کا بھی وعدہ کیا۔ اور ایسا نہ کرنے پر سزاؤں کی تفصیل یہ تھی کہ نہ صرف گھر بدر ہونا پڑے گا بلکہ اہل خانہ سے میل ملاقات سے محروم ہو جاؤں گا، اور والدہ اور دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ بھی والد صاحب کا اہانت آمیز اور سخت رویہ دوبارہ شروع ہو جائے گا نیز مجھے جائداد سے عاق کر دیا جائے گا۔

مجھے اپنے ایمان کے بالمقابل ان تمام اشیاء کی کوئی حیثیت دکھائی نہیں دیتی۔ لہذا خدا کا خاص فضل ہے اور اس کی دی ہوئی قوت سے ہی مَیں اپنے ایمان پر قائم ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ میرے اہل خانہ اور خصوصًا والد صاحب کو ہدایت دے اور والدہ صاحبہ کو صبر کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

جماعت میرے لئے ایک زمینی جنت کی مانند ہے۔ جب سے احمدی ہوا ہوں اللہ تعالیٰ کے لطف وعنایات کا بکثرت مشاہدہ کیا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ثبات قدم عطا فرمائے اور اس عظیم روحانی نعمت سے کما حقہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(باقی آئندہ)

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 5 فروری 2011ء قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں دو جنازہ حاضر پڑھائے۔

(1) مکرم عبد المنان قریشی صاحب (ابن مکرم سیٹھ عبدالرحمان قریشی صاحب آف نیروبی)

یکم فروری 2011ء کو 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کینیا جماعت کے نہایت مخلص، فعال اور دیرینہ خادم تھے۔ انہیں وہاں احمدیت کا پیغام پہنچانے اور مساجد کی تعمیر میں نمایاں خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ نے بطور سیکرٹری امور عامہ اور سیکرٹری جائیداد لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ عشق تھا۔ واقفین سلسلہ سے ہمیشہ محبت واحترام کے ساتھ پیش آتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے بیٹے مکرم طارق منصور قریشی صاحب کینیا جماعت کے انٹرنل آڈیٹر کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(2) مکرم محمد ادریس خان صاحب (ابن مکرم قاری محمد یٰسین صاحب۔ جلنگھم)

3 فروری 2011ء کو لمبی بیماری کے بعد برین ہیمبرج سے 72 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ 1969ء میں افریقہ سے جلنگھم آئے اور قائد خدام الاحمدیہ اور زعیم انصار اللہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم باوفا اور مخلص انسان تھے۔ آپ پرجوش داعی الی اللہ بھی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم ڈاکٹر زاہد خان صاحب (صدر قضاء بورڈ یوکے) کے بڑے بھائی تھے۔

نماز جنازہ غائب

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرم مولانا عبد القدیر شاہد صاحب (ابن مکرم مولا بخش صاحب)۔ کینیڈا۔

11 جولائی 2010ء کو بقضائے الٰہی جرمنی میں وفات پا گئے جہاں آپ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ 1944ء میں زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے۔ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد غانا اور سیرالیون میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو فرقان فورس میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ 1964ء میں ربوہ آ کر آباد ہوئے۔ 1990ء میں آپ کینیڈا چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ سیکرٹری تربیت کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔

(2) مکرم وسیم احمد جسوال صاحب (ابن مکرم حبیب اللہ جسوال صاحب۔ لندن)

19 جنوری 2011ء کو ساؤتھ افریقہ کے شہر Johannesburg میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں ایم ٹی اے کے اجراء میں بڑی نمایاں خدمتوں کی توفیق پائی۔ مرحوم باوفا اور سلسلہ کا درد رکھنے والے مخلص انسان تھے۔ تبلیغ کا بھی بڑا شوق تھا۔

(3) مکرم چوہدری فضل الٰہی صاحب (آف سرگودھا)

16 جنوری 2011ء کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ حضرت چوہدری مولا بخش صاحبؓ پوسٹ ماسٹر کے بیٹے تھے۔ ائیرفورس سے بطور سکوارڈن لیڈر ریٹائرمنٹ کے بعد صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں بحیثیت نائب ناظر امور عامہ خدمت کی توفیق پائی اور سرگودھا میں بطور سیکرٹری تعلیم القرآن ووقف عارضی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب (نائب وکیل المال ثانی ربوہ) کے بہنوئی اور مکرم طاہر احمد صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) کے ماموں تھے۔

(4) مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ (بنت مکرم محمد دین صاحب آف جہلم)

25 جنوری 2011ء کو 82 سال کی عمر میں ھنوور (جرمنی) میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی والدہ اور نانی دونوں صحابیہ تھیں۔ مرحومہ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، قرآن کریم کی عاشق اور خلافت سے گہری وابستگی رکھنے والی مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ مالی قربانی میں بھی ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ 1953ء اور 1974ء کے نامساعد جماعتی حالات میں بڑی بہادری کے ساتھ مخالفین کا مقابلہ کرتی رہیں۔ آپ نے اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ کی میت بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے ربوہ لے جائی گئی۔

(5) مکرمہ سردار بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم احمد دین صاحب جمیل۔ امریکہ)

20 جنوری 2011ء کو 96 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ متقی مخلص، دعا گو، خدا ترس غریبوں کی ہمدرد اور نافع الناس خاتون تھیں۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا۔

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

امریکہ میں ایک پادری کی طرف سے قرآن کریم کو جلانے کی مذموم حرکت۔ اس قسم کی ظالمانہ اور وحشیانہ حرکتیں ہمیشہ سے اسلام کے خلاف ہوتی رہی ہیں۔ ایسے مواقع پر اصل ردّعمل یہ ہے کہ اپنے قول سے، اپنے عمل سے، اپنے کردار سے قرآن کریم کی ایسی خوبصورت تصویر پیش کی جائے کہ دنیا خود ہی ایسی مکروہ حرکتیں کرنے والوں پر لعن طعن کرنے لگ جائے۔

سروں کی قیمتیں مقرر کرنے سے یا توڑ پھوڑ کرنے سے یا غلط قسم کے احتجاج کرنے سے قرآن کریم کی عزت قائم نہیں ہوگی بلکہ حقیقی مومن اپنے پر قرآنی تعلیم لاگو کر کے ہی قرآن کریم کی برتری ثابت کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے قرآنی تعلیم کے فضائل کا تذکرہ۔

امریکہ اور دوسرے ممالک کی جماعتوں کو بھی قرآن مجید کی نمائش لگانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اگر ہال وغیرہ کرائے پر لے کر وہاں نمائشیں لگائی جائیں، ان میں قرآن کریم کے تراجم رکھے جائیں، اس کی خوبصورت تعلیم کے پوسٹر اور بینر بنا کے لگائے جائیں۔ خوبصورت Display ہو تو یہ لوگوں کی توجہ بھی کھینچے گا اور میڈیا کی بھی اس طرف توجہ ہوگی اور دنیا کو پتہ چلے گا کہ قرآن کریم کیا ہے اور اس کی تعلیم کیا ہے۔

ہمارا کام یہ ہے کہ جب بھی اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر دشمنوں کے غلیظ حملوں کو دیکھیں تو سب سے پہلے اپنے عملوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ پھر معاشرے میں اس خوبصورت تعلیم کا پرچار کریں اور اس کے لئے جو ذرائع بھی میسّر ہیں انہیں استعمال کیا جائے۔

سلسلہ کے ایک عالم اور بزرگ مکرم ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ قادیان کی وفات پر مرحوم کا خاندانی تعارف اور ان کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ۔ مکرم کرنل محمد سعید صاحب (ریٹائرڈ) کی وفات اور مرحوم کا ذکر خیر۔ نماز جمعہ و عصر کے بعد ہر دو مرحومین کی نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 25؍ مارچ 2011ء بمطابق 25؍ امان 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِى هٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوْا۔ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (بنی اسرائیل:42)

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُالظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل:83)

مخالفینِ اسلام کو اسلام، قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے دلوں کے بغض اور کینے نکالنے کا اُبال اٹھتا رہتا ہے۔ گذشتہ دنوں پھر یہ خبر تھی اور بعض مسلمان ممالک میں اس خبر کا بڑا سخت ردّعمل ظاہر ہوا اور ہو رہا ہے۔ جب ایک بدفطرت امریکی پادری نے جس نے ستمبر 2010ء میں قرآنِ کریم کے بارہ میں بیہودہ گوئی اور دریدہ دہنی کی تھی اور قرآنِ کریم کو جلانے کی باتیں کی تھیں۔ اُس وقت تو وہ کسی دباؤ کے تحت یہ ظالمانہ کام نہیں کر سکا تھا۔ لیکن دو دن پہلے اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر قرآنِ کریم کو جلانے کی مذموم حرکت کی ہے۔ اور اپنی اس ناپاک حرکت کو جسٹیفائی (Justify) اس طرح کرتا ہے، یہ ڈھکوسلا اس نے بنایا ہے کہ ایک جیوری بنائی جس کے بارہ ممبر تھے اور اُس میں مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کے لئے فریق کے طور پر ایک مسجد کے امام کو بھی بلایا گیا کہ قرآنِ کریم کا دفاع کرو۔ اور چھ گھنٹے کے بعد جیوری نے فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ قرآنِ کریم شدت پسندی اور دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے اس لئے اس کو جلایا جائے۔ خود ہی فریق ہیں اور خود ہی جج ہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ خود ہی مجرم ہیں اور خود ہی منصف ہیں۔ بہرحال اس پادری کی امریکہ میں کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے کہ بہت ساری اُس کی following ہو، بہت سارے اُس کے پیچھے چلنے والے ہوں، ماننے والے ہوں۔ چند سو لوگ شاید اُس کے چرچ میں آنے والے ہیں۔ وہ سستی شہرت کے لئے یہ ظالمانہ حرکتیں کر رہا ہے۔ اخباروں اور میڈیا نے اس حرکت کو پھر اٹھایا ہے۔ اصل میں تو میڈیا ہی ہے جو اس کو ہوا دے رہا ہے اور بجائے اس کے کہ امن کی کوشش کرے فساد کو ہوا دی جا رہی ہے۔ صرف اس لئے کہ اُن کی خبر دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچے اور اس طرح اُس اخبار کی یا جو بھی سائٹ وغیرہ ہے یا چینل ہے اُس کی مشہوری ہو۔ لیکن تبصرہ کرنے والے کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ میڈیا نے اس کی خبر دی ہے اِس خبر کو لوگوں کی طرف سے اتنی توجہ نہیں ملی۔ انہوں نے مختلف لوگوں سے انٹرویو لئے۔ امریکہ میں Council on American Islamic Relations ایک تنظیم ہے۔ اُس کے نمائندے سے بھی پوچھا تو اُس نے کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ خبیث شخص ہے۔ اس کام کے کرنے سے یہ پندرہ منٹ کی شہرت تو شاید میڈیا میں حاصل کر لے لیکن ہم اگر کچھ بیان دیں گے تو اس سے اِس کو چند منٹ کی اور شہرت مل جائے گی اور ہم نہیں چاہتے کہ اس کو کسی قسم کی مزید شہرت ملے۔ بہرحال یہ اُن کا اپنا خیال ہے۔

اس قسم کی ظالمانہ اور خبیثانہ حرکتیں جیسا کہ مَیں نے کہا ہمیشہ سے اسلام کے خلاف ہوتی رہی ہیں اور ایسی حرکت چاہے کوئی شخص اپنے چند لوگوں کے درمیان بیٹھ کر کر رہا ہو یا پبلک میں کر رہا ہو، ایک حقیقی مومن کو، جب اس کے علم میں یہ بات آتی ہے تو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ لیکن ایک مومن کا اس تکلیف پہنچنے پر یہ ردّعمل نہیں ہوتا کہ کسی کے سر کی قیمت لگا دو جس طرح بعض تنظیموں نے اُس کے سر کی قیمت لگائی ہے یا جلوس نکال کر توڑ پھوڑ کی جائے۔ اپنے ملک کو نقصان پہنچایا جائے اور دشمن کے ہاتھ مزید مضبوط کئے جائیں۔ بلکہ اصل ردّعمل یہ ہے کہ اپنے قول سے، اپنے عمل سے، اپنے کردار سے قرآنِ کریم کی ایسی خوبصورت تصویر پیش کی جائے کہ دنیا خود ہی ایسی مکروہ حرکتیں کرنے والوں پر لعن طعن کرنے لگ جائے۔ جو اندھے ہیں اُن کو تو قرآنِ کریم کی شان نظر نہیں آتی اور نہ ہی آ سکتی ہے ورنہ تو مختلف مذاہب کے بعض

منصف مزاج جو ہیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی تعریف میں لکھا ہے۔ اُن میں ہندوؤں میں سے بھی بعضوں نے لکھا ہے، سکھوں نے بھی لکھا ہے، عیسائیوں نے بھی لکھا ہے اور ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مَیں یہاں ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں جو خود بولیں گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان غیروں کی نظر میں کیا مقام ہے؟ اور قرآنِ کریم کی تعلیم کس قدر خوبصورت ہے؟ صرف یہی بدبخت پادری نہیں ہے جو آج کل یہ بول رہا ہے۔ چند دن ہوئے ایک اخباری کالم لکھنے والے نے بھی امریکہ کے اخبار میں یہ لکھا تھا کہ مسلمان تو بُرے نہیں ہیں۔ یہ بھی دیکھیں دجّال کی چال کس طرح ہے کہ مسلمان تو بُرے نہیں ہیں لیکن قرآنی تعلیم اصل وجہ ہے جو ان کو شدت پسندی اور دہشت گردی سکھاتی ہے۔ نہ انہوں نے کبھی قرآن پڑھا ہوگا نہ دیکھا ہوگا۔ صرف دلوں کے بُغض اور کینے نکالنے ہیں۔

بہر حال مَیں ایک حوالہ ہے جو پیش کرتا ہوں۔ ایک کتاب ہے History of the Intellectual Development of Europe by John William Draper۔ یہ نیویارک سے چھپی ہے۔ اس کے Volume 1 کے صفحہ 332 پر اُس نے لکھا ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ مکمل طور پر غلط خیال ہے کہ عرب کی ترقی صرف تلوار کے زور پر تھی۔ تلوار قوم کے مذہب کو تو بدل سکتی ہے لیکن یہ انسان کے خیالات اور ضمیر کی آواز کو نہیں بدل سکتی۔

(History of the Intellectual Development Of Europe Vol 1 pg 332)

پھر آگے چل کے اسی کتاب میں یہ لکھتا ہے۔ اِس کا 344,343 صفحہ ہے۔ کہتا ہے کہ قرآنِ کریم کو پڑھنے والا ایک منصف مزاج بغیر کسی شک کے اس بات پر حیران ہوتا ہے کہ کس طرح بات کے مقصد کو احسن رنگ میں ادا کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم اعلیٰ اخلاق اور تعلیم و احکامات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی ترکیب و ترتیب ایسی واضح اور ہر لفظ اپنے اندر ایک مطلب سمیٹے ہوئے ہے۔ ہر صفحہ اپنے اندر ایسے مضامین لئے ہوئے ہے جس کی تعریف کئے بغیر انسان آگے نہیں جا سکتا۔

(History of the Intellectual Development Of Europe Vol 1 pg 343,344)

تو یہ اس مستشرق کا خیال ہے۔ اور بہت سارے مستشرقین ایسے ہیں جن کو باوجود مذہبی اختلاف کے حق سے کام لینا پڑا ہے۔ وہ مجبور ہوئے کہ اُن کے دل کی آواز نے اُن کو کہا کہ انصاف سے کام لو اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ لیکن جو بُغض اور کینے میں بڑھے ہوئے ہیں اُنہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

مَیں نے جو آیات تلاوت کی ہیں اِن میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کا نقشہ کھینچا ہے کہ قرآن تو سچ ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ پہلی آیت جو مَیں نے پڑھی تھی اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں (آیات کو) بار بار بیان کیا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ بایں ہمہ یہ اُنہیں نفرت سے دور بھاگنے کے سوا کسی اور چیز میں نہیں بڑھاتا۔ یہ سورۃ بنی اسرائیل کی بیالیسویں نمبر کی آیت ہے۔

پس قرآنِ کریم نے تو اِن لوگوں کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اِن لوگوں کا بھی وہی حال ہے جو کفار کا تھا۔ قرآنِ کریم کی ہر آیت جہاں اپنی پرانی تاریخ بتاتی ہے وہاں پیشگوئی بھی کرتی ہے۔ تو ایسے لوگ تو اسلام کی دشمنی میں پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے چلے جائیں گے جو باوجود قرآنِ کریم کی واضح تعلیم کے ہر پہلو کی وضاحت کے اور مختلف زاویوں سے وضاحت کے پھر بھی اس پر اعتراض ہی نکالیں گے۔ اور نہ صرف اعتراض نکالتے ہیں بلکہ فرمایا کہ قرآنِ کریم کی اس خوبصورت تعلیم کو جو ہم مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ یہ وضاحت جو ہے، مختلف پہلو سے بیان کرنا جو ہے یہ اِن لوگوں کی آنکھیں کھولے وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ یہ اُن کو اس خوبصورت تعلیم سے نفرت کرتے ہوئے دُور بھاگنے میں ہی بڑھاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے اس سے دور ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ اسی سورۃ میں جو بنی اسرائیل کی ہے، آگے جا کے پھر ایسے لوگوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو میں نے تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم قرآنِ کریم میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ظالموں کو گھاٹے کے سوا کسی اور چیز میں نہیں بڑھاتا۔

پس یہاں مزید وضاحت فرمائی کہ جیسا کسی کی فطرت ہو ویسا ہی اُسے نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں یرقان زدہ مریض جو ہے اُس کی آنکھیں زرد ہو جاتی ہیں تو اُس کو ہر چیز زرد نظر آتی ہے۔ جو بدفطرت ہے اُس کو اپنی فطرت کے مطابق ہی نظر آتا ہے۔ قرآنِ کریم نے جب ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ:3) کا اعلان فرمایا ہے تو ابتدا میں ہی فرما دیا ہے کہ یہ جو ہدایت ہے اور اس قرآنِ کریم میں جو خوبصورت تعلیم ہے، جو سب سابقہ تعلیموں سے اعلیٰ ہے، یہ صرف انہی کو نظر آئے گی جن میں کچھ تقویٰ ہوگا۔ ہدایت اُنہی کو دے گی جن کے دل میں کچھ خوفِ خدا ہوگا۔ پس یہ لوگ جتنی چاہے دریدہ دہنی کرتے رہیں ہمیں اس کی فکر نہیں کہ اس ذریعہ سے یہ نعوذ باللہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو نقصان پہنچا سکیں گے۔ قرآنِ کریم کے اعلیٰ مقام اور اس کی حفاظت کا خدا تعالیٰ خود ذمہ دار ہے بلکہ یہ دوسری آیت جو مَیں نے پڑھی تھی اس میں تو مومنوں کو خوش خبری ہے کہ قرآنِ کریم تمہارے لئے رحمت کا سامان ہے۔ اور ہر لمحہ رحمت کا سامان مہیا کرتا چلا جائے گا۔ تمہاری روحانی بیماریوں کا بھی علاج ہے اور تمہاری جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے، ہر قسم کی تعلیم اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اور اگر اس سے پہلے کی آیت سے اس کو ملا لیں تو حقیقی مومنین کو یہ خوشخبری ہے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (بنی اسرائیل:82) کہ جھوٹ، فریب، مکاری اور باطل نے بھاگنا ہی ہے، یہ اُس کی تقدیر ہے۔ پس یہاں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سروں کی قیمت مقرر کرنے سے یا توڑ پھوڑ کرنے سے یا غلط قسم کے احتجاج کرنے سے قرآنِ کریم کی عزت قائم نہیں ہوگی بلکہ حقیقی مومن اپنے پر قرآنی تعلیم لاگو کر کے ہی قرآنِ کریم کی برتری ثابت کر سکتا ہے اور کرنے والا ہوگا۔ وہ اس کی خوبصورت تعلیم کو دنیا کو دکھا کر حق اور باطل میں فرق ظاہر کریں گے۔ اور جب یہ تعلیم دنیا پر ظاہر ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر مومنوں کے لئے رحمت اور اُن زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کا نظارہ دکھائے گی۔ قرآنِ کریم کی فتح اور مومنین کی فتح ہوگی۔ دنیا کو اس کے بغیر اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تعلیم سے اپنی روحانی اور مادّی ترقی کے سامان پیدا کرے۔ اپنے اوپر یہ تعلیم لاگو کرے۔ پس ہمیں خاص طور پر احمدیوں کو ان لوگوں کے غلیظ اور اوچھے ہتھکنڈوں سے کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ہم تو اُس مسیح موعود کے ماننے والے ہیں جس کو اس زمانہ میں قرآنِ کریم کی تعلیم کو دنیا میں دوبارہ پھیلانے کے لئے بھیجا گیا ہے جس کے بارے میں قرآنِ کریم سورۃ جمعہ میں فرماتا ہے کہ:

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (الجمعۃ آیات 2 تا 4)

کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ قدوس ہے۔ کامل غلبہ والا ہے۔ (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ انہیں پاک کرتا ہے۔ انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

پس ایک پہلا دَور تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور آپ نے اس تعلیم کے ذریعہ سے جو آپ پر اتری، دنیا کی انتہائی بگڑی ہوئی حالت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ جوگ جو جاہل اور ذرا ذرا سی بات پر جانوروں کی طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے، اُن پر خوبصورت آیات تلاوت کیں۔ انہیں اس خوبصورت تعلیم کے ذریعہ سے پاک کیا۔ جاہل اور اُجڈ لوگوں کو پُر معارف اور پُر حکمت تعلیم سے مالا مال کر دیا۔ اُنہیں اس خوبصورت کتاب سے جو واحد الٰہی صحیفہ ہے جس نے تا قیامت تمام علوم و حکمت کی باتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے، اُس سے روشناس کروایا۔ جس سے جانوروں کی طرح زندگی گزارنے والے انسان بنے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یہ لوگ انسان بنے اور پھر انسان سے تعلیم یافتہ انسان بنے اور پھر تعلیم یافتہ انسان سے باخدا انسان بنے۔

(ماخوذ از لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206)

اس دَور میں اب پھر ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا ہے تا کہ آیات پڑھ کر سنائے۔ الٰہی نشانات سے ہماری روحانیت میں اضافہ کرے۔ ہمارے ایمان اور یقین میں اضافہ کرے۔ ہماری زندگیوں کو صحیح رہنمائی کرتے ہوئے پاک کرے۔ ہمیں اس الٰہی کتاب کی حقیقت اور اس کے اسرار سے آگاہ کرے۔ ہمیں بتائے کہ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل:83) کہ یہ شفا اور رحمت ہے مومنین کے لئے۔ یہ عظیم کتاب ہمارے لئے شفا کس طرح ہے؟ اس آخری شریعت کی تعلیم میں جو پُر حکمت موتی پوشیدہ ہیں اُس سے ہمیں آگاہی دے۔ پس یہ احسان ہے جو مؤمنوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جو صرف اور صرف آج اُس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور اُن پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے والے، اُس پر چلنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔ اس زمانے میں قرآنِ کریم کی عظمت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس طرح واضح فرمایا ہے۔ آپ نے توریت سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا کہ:

''یہ دعویٰ پادریوں کا سراسر غلط ہے کہ قرآن توحید اور احکام میں نئی چیز کونسی لایا جو توریت میں نہ تھی''۔ فرمایا: ''بظاہر ایک نادان توریت کو دیکھ کر دھوکہ میں پڑے گا کہ توریت میں توحید بھی موجود ہے اور احکام عبادت اور حقوقِ عباد کا بھی ذکر ہے۔ پھر کونسی نئی چیز ہے جو قرآن کے ذریعہ سے بیان کی گئی۔ مگر یہ دھوکہ اسی کو لگے گا جس نے کلامِ الٰہی میں کبھی تدبر نہیں کیا۔ واضح ہو کہ الٰہیات کا بہت سا حصہ ایسا ہے کہ توریت میں اس کا نام و نشان نہیں۔ چنانچہ توریت میں توحید کے باریک مراتب کا کہیں ذکر نہیں۔ قرآن ہم پر ظاہر فرماتا ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین درجہ پر منقسم ہے۔ درجہ اوّل عوام کے لئے، یعنی ان کے لئے جو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کے لئے، یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کے لئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں''۔

فرمایا: ’’اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر۔ اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے‘‘ (بچا جائے)۔

’’دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثرِ حقیقی خدا تعالیٰ کو سمجھا جائے‘‘ (یعنی نتیجہ پیدا کرنے والا، اثر ڈالنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے) ’’اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا یہ نقصان ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو مَیں تباہ ہو جاتا۔ اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے‘‘۔

فرمایا: ’’تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا۔ یہ توحید توریت میں کہاں ہے؟ ایسا ہی توریت میں بہشت اور دوزخ کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا۔ اور شاید کہیں کہیں اشارات ہوں۔ ایسا ہی توریت میں خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کا کہیں پورے طور پر ذکر نہیں۔ اگر توریت میں کوئی ایسی سورۃ ہوتی جیسا کہ قرآن شریف میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ۔ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص:2تا 5) ہے تو شاید عیسائی اس مخلوق پرستی کی بلا سے رک جاتے۔ ایسا ہی توریت نے حقوق کے مدارج کو پورے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن قرآن نے اس تعلیم کو بھی کمال تک پہنچایا ہے۔ مثلاً وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل:91)۔ یعنی خدا حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم احسان کرو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم لوگوں کی ایسے طور سے خدمت کرو کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے خدمت کرتا ہے۔ یعنی بنی نوع سے تمہاری ہمدردی جوش طبعی سے ہو کوئی ارادہ احسان رکھنے کا نہ ہو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے ہمدردی رکھتی ہے‘‘۔ فرمایا: ’’ایسا ہی توریت میں خدا کی ہستی اور اس کی واحدانیت اور اس کی صفات کاملہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ لیکن قرآن شریف نے ان تمام عقائد اور نیز ضرورت الہام اور نبوت کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے اور ہر ایک بحث کو فلسفہ کے رنگ میں بیان کر کے حق کے طالبوں پر اس کا سمجھنا آسان کر دیا ہے اور یہ تمام دلائل ایسے کمال سے قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں کہ کسی کی مقدور میں نہیں کہ مثلاً ہستی باری پر کوئی ایسی دلیل پیدا کر سکے کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو‘‘۔ فرمایا: ’’ماسوا اس کے قرآن شریف کے وجود کی ضرورت پر ایک اور بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی تمام کتابیں موسیٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا مخاطب ٹھہراتی ہیں۔ اور صاف اور صریح لفظوں میں کہتی ہیں کہ ان کی ہدایتیں عام فائدہ کے لئے نہیں بلکہ صرف بنی اسرائیل کے وجود تک محدود ہیں۔ مگر قرآن شریف کا مدّ نظر تمام دنیا کی اصلاح ہے اور اس کی مخاطب کوئی خاص قوم نہیں بلکہ کھلے کھلے طور پر بیان فرماتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہر ایک کی اصلاح اس کا مقصود ہے‘‘۔

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن۔ جلد 13 صفحہ 83 تا 85)

پس یہ ایک جھلک ہے اُس خزانے کی جو زمانے کے امام نے ہمیں قرآنِ کریم کی برتری کے بارہ میں بتائی ہے۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں اور ہم خوش قسمت تبھی کہلا سکتے ہیں جب ہم اپنی زندگیوں کو قرآنِ کریم کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ دنیا کو دکھائیں کہ دیکھو یہ وہ روشن تعلیم ہے جس پر تمہیں اعتراض ہے۔ تبھی ہم آخرین کی جماعت میں شامل ہونے کا حق ادا کر سکیں گے۔

مَیں نے ایک خطبہ میں جرمنی کی مثال دی تھی کہ وہاں جماعت نے مختلف جگہوں پر قرآنِ کریم کی نمائش لگائی اور بعض جگہ چرچ کے ہال بھی نمائش کے لئے استعمال کئے گئے جس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ میڈیا نے بھی اس کو دیا۔ تو اُس وقت یہ بتانے کا میرا مطلب یہ تھا کہ دوسرے ممالک کی جماعتیں بھی اس طرح کی نمائشیں لگائیں لیکن اس پر اُس طرح کام نہیں ہوا۔

امریکہ میں ہی اگر صحیح طور پر پروگرام بنا کر نمائش لگائی جاتی تو میڈیا جس کی توجہ آج کل اسلام کی طرف ہے اگر ایک طرف اس ظالم کی باتیں بیان کرتا تو ہماری بھی بیان کرتا۔ گو امریکہ کی جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امن کا پیغام پہنچانے کے لئے جماعت کا پورا پیغام پہنچانے کے لئے لیف لیٹنگ (Leafletting) اور سیمینارز وغیرہ بڑے وسیع پیمانے پر کئے ہیں اور ایک اچھا کام ہوا ہے۔ اس کو میڈیا میں کافی کوریج ملی ہے لیکن اس طرح کے نمائش وغیرہ کے کام اُس طرح نہیں ہوئے جس طرح ہونے چاہئے تھے۔ مومن کا کام ہے کہ ہر محاذ پر نظر رکھے۔ اگر باقاعدہ آرگنائز کر کے امریکہ میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی نمائشوں کا اہتمام ہو۔ چاہے ہال کرایہ پر لے کر کیا جائے کیونکہ بعض دفعہ جب مساجد میں نمائشیں ہوتی ہیں تو اسلام کے بارہ میں کیونکہ غلط تاثر اتنا پیدا کر دیا گیا ہے کہ دنیا میں بلاوجہ کا ایک خوف پیدا ہو گیا ہے اس لئے بعض لوگ شامل نہیں ہوتے۔ تو اگر ہال وغیرہ کرائے پر لئے جائیں اور اُس میں نمائش کی جائے، قرآنِ کریم کے تراجم رکھے جائیں، اُس کی خوبصورت تعلیم کے پوسٹر اور بینر بنا کے لگائے جائیں، خوبصورت قسم کا وہاں ڈسپلے ہو تو یہ لوگوں کی توجہ کھینچے گا، میڈیا کی توجہ بھی اس طرف ہو گی۔ آج کل اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہوئی ہے تو بعض جائز باتیں بھی لکھ دیتے ہیں۔ جماعت کے بارہ میں جو بھی خبریں آتی ہیں اکثر صحیح بھی لکھ دیتے ہیں۔ ان کی نیت کیا ہے یہ تو خدا بہتر جانتا ہے لیکن بہرحال ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ سٹالوں اور عمومی نمائشوں کے ذریعے بیشک ہم حصہ لیتے ہیں لیکن اس کی کوریج میڈیا پر نہیں ہوتی کیونکہ وہاں اور بڑے بڑے سٹال لگائے ہوتے ہیں، لوگ آئے ہوتے ہیں، مختلف قسم کی توجہات ہوتی ہیں، ترجیحات ہوتی ہیں۔ تو خاص طور پر اگر ہم علیحدہ نمائش کریں گے تو اس کا بہرحال زیادہ اثر ہو گا۔ ایک اہتمام سے علیحدہ انتظام ہو تو دنیا کو پتہ چلے گا کہ قرآنِ کریم کیا ہے؟ اور اس کی تعلیم کیا ہے؟

جہاد یا قتال کے خلاف دشمن بہت کچھ کہتے ہیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ کن حالات میں اس کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے وہاں ساتھ ہی عیسائیوں اور یہودیوں اور دوسرے مذہب والوں کی حفاظت کی بھی تو بات کی ہے۔ صرف مسلمانوں کی حفاظت کی بات نہیں کی۔ پس یہ دجّالی چالیں ہیں جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بعض حلقوں سے وقتاً فوقتاً چلائی جاتی ہیں۔ ہمیں ان کے مکمل توڑ کی ضرورت ہے اور مکمل توڑ کے لئے مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس کا حقیقی حق ادا کر سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا اقتباس جو مَیں نے پڑھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قرآنِ کریم کی تعلیم کی کیا اہمیت ہے اور کس طرح آپ نے موازنہ پیش کیا ہے۔

پھر اسلام نے جتنا انصاف پر زور دیا ہے کسی اور کتاب نے نہیں دیا۔ مثلاً ایک جگہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (الممتحنہ:9) اور اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا یعنی اس بات سے ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم اُن سے نیکی کرو اور اُن سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

جو تم سے ڈرتے نہیں، تمہیں نقصان نہیں پہنچا رہے اُن سے قطع تعلق کرنے سے یا اُن سے نیکی کرنے سے یا اُن کو انصاف مہیا کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا ۔هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ المائدۃ آیت 9)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

پھر فرماتا ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورۃالنساء:37)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور اُن سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اُس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی بگھارنے والا ہے۔

اب اِن آیات میں پہلے وہ کفار جو دشمنی نہیں کرتے اُن سے نیکی اور انصاف کا حکم ہے۔ پھر سورۃ مائدہ کی آیت ہے اس میں فرمایا دشمنوں سے بھی عدل اور انصاف کرو کہ دشمنی کی بھی کچھ حدود اور قیود ہوتی ہیں۔ دشمن اگر کمینی اور ذلیل حرکتیں کر رہا ہے تو تم انصاف سے ہٹ کر غیر ضروری دشمنیاں نہ کرو۔ جرم سے بڑھ کر سزا نہ دو۔ جیسے گندے اخلاق وہ دکھا رہا ہے تم بھی ویسے نہ دکھانے لگ جاؤ۔

پھر تیسری آیت جو سورۃ نساء کی آیت ہے اس میں والدین سے لے کر ہر انسان سے احسان کے سلوک کا ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی کُل انسانیت سے حسنِ سلوک کرو اور احسان کرو تا کہ دنیا میں امن قائم ہو۔ تو امن کے قیام کے لئے، ایک پُر امن معاشرے کے لئے یہ اعلیٰ تعلیم ہے جو قرآنِ کریم نے ہمیں دی ہے اور یہی آج امن کی ضمانت ہے۔ نہ کہ وہ عمل جو ظالم امریکی پادری نے قرآنِ کریم کی توہین کر کے کیا ہے۔ ایسے لوگ یقیناً خدا تعالیٰ کے عذاب کو آواز دینے والے ہیں۔

پس ہمارا کام یہ ہے کہ جب بھی ہم اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم پر دشمنوں کے غلیظ حملوں کو دیکھیں تو سب سے پہلے اپنے عملوں کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ پھر

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

معاشرے میں اس خوبصورت تعلیم کا پرچار کریں اور اس کے لئے جو ذرائع بھی میسر ہیں اُنہیں استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت مَیں سلسلے کے ایک عالم اور بزرگ کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حافظِ قرآن بھی تھے جن کو قرآن سے خاص تعلق تھا۔ دنیاوی تعلیم بھی پی ایچ ڈی تھی اور اسٹرانومی میں انہوں نے بڑا نام پیدا کیا ہے لیکن سائنس کو ہمیشہ قرآن کے تابع رکھا ہے۔ گزشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کا نام حافظ صالح محمد الہ دین صاحب تھا۔ گذشتہ تقریباً چار سال سے یہ قادیان کی انجمن احمدیہ کے صدر تھے اور صدر، صدر انجمن احمدیہ کے علاوہ اس سے پہلے یہ کافی عرصہ ممبر انجمن احمدیہ بھی رہے ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے انہوں نے فزکس میں ایم ایس سی کی تھی۔ پھر بعد میں انہوں نے امریکہ سے اسٹرانومی، ایسٹروفزکس میں پی ایچ ڈی کی۔ 1963ء میں Observatory University of Chicago USA سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی۔ اور بڑی خصوصیات کے حامل تھے۔ علمی لحاظ سے ان کے قریباً پچاس مضامین اور ریسرچ پیپر بین الاقوامی رسالوں میں شائع ہوئے ہیں اور جن پر کئی ایوارڈز بھی ان کو ملے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کا مشہور ایوارڈ مگناد سہا (Meghnad Saha) ایوارڈ فار تھیوریٹیکل سائنس 1981ء میں آپ کو دیا گیا ہے۔ جب مَیں ان کی تاریخ دیکھ رہا تھا تو اس کے علاوہ بھی بے تحاشا ایوارڈ ان کو ملے ہیں لیکن عاجزی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ Lunar and Solar Eclipses اور Dynamics of Galaxies آپ کے پسندیدہ مضمون تھے جن میں قرآن اور احادیث میں سورج، چاند گرہن بطور صداقت حضرت مسیح موعود اور امام مہدی بیان ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے بارہ میں آپ مختلف جلسوں پر تقریریں بھی کرتے رہے۔ یوکے میں بھی تقریر کی تھی۔ قادیان میں بھی کرتے تھے۔ 95-1994ء میں اس نشان پر صد سالہ پروگرام کے تحت کئی جماعتی رسائل میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوئے۔ 2009ء میں بھی ’’ہستی باری تعالیٰ فلکیات کی روشنی میں‘‘ آپ نے تقریر کی۔ بڑی پُر مغز، بڑی علمی تقریر تھی۔ اور اپنے سائنسی مضامین کا ہمیشہ قرآنی آیات سے استدلال کیا کرتے تھے۔ جو بھی اپنے سائنسی مضامین تھے اُن کا ہمیشہ قرآنی آیات سے استدلال کرتے تھے اور اس میں اِن کو بڑا ملکہ تھا۔ اور اس طرف ان کا طبعی میلان بھی تھا۔ مختلف یونیورسٹیز کے ریسرچ سکالر اور ریسرچ فیلو بھی تھے۔ یہ ایک لمبی فہرست ہے، بتائی نہیں جا سکتی۔ پھر Great Minds of the 21st Century, American Biographical Institute Raleigh U.S.A 2003. نے ان کو 2003ء میں ایوارڈ بھی دیا۔

دین میں بھی آپ کی تاریخی خدمات کافی ہیں۔ آپ نے ’’امام مہدی کی صداقت کے دو عظیم نشان۔ چاند اور سورج گرہن‘‘ تحریر فرمائی۔ ’’صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از روئے نشان سورج چاند گرہن‘‘۔ ’’نشانات سورج گرہن اور چاند گرہن‘‘۔ ’’ہمارا خدا‘‘۔

The Dynamics of Coliding Galaxies.

The Dynamics of Stallers System.

The Goal of the Man and the Way to Reach it.

Views of Scientists on the Existance of God

اس قسم کی کتابیں بھی آپ نے لکھیں۔ مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمات کرتے رہے۔ سالہا سال تک صوبائی امیر بھی رہے۔ سیکرٹری بھی رہے۔ صدر جماعت بھی رہے۔ ممبر صدر انجمن احمدیہ بھی رہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ پہلے قادیان آ گئے تھے۔ پھر صدر، صدر انجمن احمدیہ بھی ان کو مَیں نے مقرر کیا تھا۔ تعلق باللہ بھی اللہ تعالیٰ سے اِن کا بڑا تھا۔ ان کی اہلیہ نے ایک دفعہ بتایا، پاکستان آئے تو کراچی ائیر پورٹ پر کسٹم والوں نے الیکٹرونک کی بعض جو چیزیں تھیں وہ روک لیں، بڑی پریشانی کا سامنا تھا۔ جائز تھیں، ناجائز کام تو یہ کر ہی نہ سکتے تھے لیکن ہمارے ہاں جو سفر کرنے والے ہیں ان کو کسٹم والوں کا پتہ ہے کہ کس طرح روک لیا کرتے ہیں۔ بہر حال ان کی اہلیہ کہتی ہیں تھوڑی دیر بعد مَیں نے دیکھا تو صالح الہ دین صاحب غائب تھے۔ مَیں پریشان ہوئی کہ کہاں چلے گئے ہیں۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو مَیں نے پوچھا کہ اس پریشانی کے وقت میں کہاں گئے تھے` تو کہنے لگے مَیں نے سوچا کہ اس صورتِ حال میں خدا ہی ہے جو مدد کر سکتا ہے۔ چنانچہ مَیں ایک طرف دو رکعت نفل ادا کرنے چلا گیا` اب نماز پڑھ آیا ہوں۔ چلو اب چلیں اور اب ہمیں چیزیں مل جائیں گی۔ چنانچہ بڑے اعتماد سے کسٹم والوں کے پاس گئے۔ اس عرصہ میں کسٹم کا عملہ تبدیل ہو چکا تھا انہوں نے معذرت بھی کی اور ان کی چیزیں بھی ان کو دے دیں۔ ایسی صورتِ حال میں کوئی اور ہوتا تو سفارشوں کے پیچھے جاتا یا پریشان ہوتا ہے۔ لیکن یہ صرف اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے۔ ڈاکٹر نصرت جہاں اِن کی اہلیہ کی بہن ہیں۔ یہ مولوی عبدالمالک خان صاحب کے داماد بھی تھے۔ وہ کہتی ہیں جب مَیں قادیان گئی تو مَیں نے دیکھا کہ اپنی بیماری کی وجہ سے مسجد نہیں جا سکتے تھے۔ اس کا بہت اُن کو دُکھ تھا۔ اس کا اظہار کرتے تھے کہ مَیں مسجد نہیں جا سکتا اور تم لوگ وہاں جا کر نمازیں پڑھتے ہو۔ یہ کہتی ہیں مجھے انہوں نے بتایا اور مجھے اس بارہ میں اَور روایتیں بھی ملی ہیں، دوسروں سے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ چھبیس سال کی عمر کا ہوں گا کہ ایک دن حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں اندر داخل ہوا ہی تھا تو آپ فرمانے لگے کہ ابھی یا آج ہی مَیں نے خواب میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ تو عرفانی صاحب نے کہا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ خلیفۃ المسیح الاول تشریف لائے۔ وہ بیٹھے تھے کہ پھر انہوں نے ان کو کرسی پر بٹھا دیا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے سوچا کہ کہاں مَیں اور کہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل۔ یوں بات آئی گئی ہو گی۔ کہتے ہیں کہ جب وہ قادیان میں آئے تو اُس وقت کچھ عرصے کے بعد، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی وفات کے بعد ان کو میں نے صدر صدر انجمن احمدیہ بنایا تو کہتے ہیں اس وقت میں نے تاریخِ احمدیت پڑھی تو مجھے معلوم ہوا کہ صدر انجمن احمدیہ کے پہلے صدر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تھے اور عرفانی صاحب کی خواب اس طرح ایک لمبے عرصے کے بعد پوری ہوئی۔

قرآنِ شریف سے ان کو بڑا تعلق تھا، اور قرآنِ شریف خود بڑی ہمت کر کے انہوں نے حفظ کیا ہے۔ سکول کے ایک امتحان کی تیاری تھی کہتے ہیں کہ صبح پرچہ تھا تو میری والدہ نے کہا کہ بیٹے پرچے کی تیاری کر لو لیکن مَیں قرآنِ کریم کو پڑھ رہا تھا اور وہی یاد کرتا رہا۔ انہوں نے خود ہی گھر پہ قرآنِ کریم حفظ کیا۔ قرآنِ کریم لے کر اپنے گھر میں نیچے basement میں چلے جاتے تھے اور وہاں یاد کرتے رہتے تھے۔ پھر ان کی والدہ نے جب اِن کا شوق دیکھا تو اِن کے لئے قرآن حفظ کرانے کے لئے ایک معلم رکھا گیا۔ خلافت کی کامل اطاعت تھی اور بڑی جانثاری کا جذبہ تھا۔ درویشانِ قادیان سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا ہے ہر مشکل میں نفل اور دعا میں لگ جاتے تھے۔ بے نفس، بے ضرر، تہجد گزار، قرآنِ کریم کی آیات زیرِ لب تلاوت کرتے رہتے۔ مسجد اقصیٰ میں جلسہ سالانہ کے ایام میں تہجد کی امامت بھی کرواتے تھے۔ ہمیشہ دینی مجالس میں بیٹھنا پسند کیا۔ دنیا سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

ایک مربی صاحب نے مجھے لکھا، پرانی بات ہے کہ ایک دفعہ، اپنے کسی عزیز رشتہ دار کی شادی میں شامل ہونے کے لئے گئے تو جب نکاح کا اعلان ہونے لگا تو اِن کے دنیاوی مقام کی وجہ سے بھی اور خاندانی بزرگی کی وجہ سے بھی اِن کو انہوں نے کہہ دیا کہ نکاح آپ پڑھائیں۔ اس پر بڑے سخت ناراض ہوئے کہ تم لوگ مربیوں کا احترام نہیں کرتے، واقفینِ زندگی کا احترام نہیں کرتے؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مربی یہاں موجود ہے اور مَیں نکاح پڑھاؤں۔ آئندہ اگر ایسی بات کی تو مَیں تمہاری شادی میں شامل نہیں ہوں گا۔

ہمارے ایک مربی ہیں انہوں نے لکھا کہ 2008ء کو جب جوبلی کے جلسے پر عہدِ خلافت لیا تو اس کے بعد سے ان کی حالت ہی اور ہو گئی تھی۔ ہر وقت تبلیغ کے لئے کوشاں رہتے۔ اپنے نئے اور پرانے جاننے والوں سے بھی دوبارہ contact کئے۔ اور اپنا ای میل ایڈریس بنوایا اور پھر اُن سے رابطہ کرنا شروع کیا جو اُن کے سائنسدان تھے۔ پھر قادیان آنے کی انہیں دعوت بھی دیتے رہے۔ ضعیفی کی حالت میں بھی کمزوری کے باوجود دہلی میں سائنسدانوں کی میٹنگ میں بھی صرف اس غرض سے تشریف لے گئے تھے کہ اُن سے رابطے ہوں گے اور اُن کو جماعت کا لٹریچر دیا اور کئی پروفیسر صاحبان سے گھر ملنے گئے اور اُن کو قادیان آنے کی دعوت دی۔

2008ء میں جب یو این او کی جانب سے انٹرنیشنل ایئر آف اسٹرانومی منایا گیا تو بنگلور گئے اور وہاں اُن لوگوں کے سامنے قرآنِ مجید اور سائنس کے موضوع پر ضعیفی کے باوجود بڑی لمبی اور نہایت عالمانہ تقریر کی۔ اور اس کے بعد پھر کئی پروفیسر صاحبان سے رابطے کئے۔

سورج گرہن پر ایک مرتبہ تحقیق کر کے چھوڑ نہیں دیتے تھے بلکہ ہمیشہ مزید سے مزید تحقیق میں لگے رہتے تھے۔ یہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ اُن کو اتنا کمپیوٹر چلانا نہیں آتا تھا میرے سے مدد لیا کرتے تھے اور انجمن کے کاموں کے بعد جب وقت میسر ہوتا تو خود اس کارکن کے پاس، جو مربی صاحب تھے، آ جاتے اور پھر نئے نئے ٹاپکس (Topics) پر تحقیق کرتے۔ کہتے تھے کہ ہمیں نوجوانوں کی ایک ٹیم بنانی چاہئے جو ہر ماہ شہر سے باہر کھلے دیہات میں جا کر نیا چاند تلاش کرے اور ایک ڈیٹا بیس (Database) بنائے جس میں ہر ماہ کا چاند کب دیکھا گیا اس کو نوٹ کرے کیونکہ یہ چیز سائنس ہمیں نہیں بتا سکتی کہ چاند آنکھوں سے کب نظر آئے گا۔ اور اس ریکارڈ کو اگر ہم محفوظ رکھیں تو کئی اعتراضات کے جوابات نکلیں گے۔ اُن کی اپنی ایک سوچ تھی جس پر وہ غور کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ آنکھوں سے چاند کا مشاہدہ کرنا بہت ضروری ہے۔ مسلمانوں نے جس قدر حساب میں ترقی کی اس کی وجہ چاند کا مشاہدہ ہی تھا۔ قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے چاند کی گردش کے متعلق فرمایا ہے کہ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَالسِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ (یونس:6)۔ تو کہتے چاند کو ضرور آنکھوں سے دیکھنا چاہئے۔ راتوں کو اکثر ستاروں کا مشاہدہ کرتے اور کہتے کہ فرانس کا ایک بڑا سائنس دان تھا وہ بھی یہی کہتا تھا کہ ستاروں سے صرف وہی روشنی نہیں آتی جو ہماری آنکھوں کو منور کرتی ہے بلکہ اِن سے ایک ایسی روشنی بھی آتی ہے جو ہمارے دماغوں کو منور کرتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق ہمیشہ زمین و آسمان کی پیدائش پر غور کرنے والے تھے، اولوا الالباب میں سے تھے۔

آپ کے دادا احمدی ہوئے تھے اور ان کا بھی احمدی ہونے کا واقعہ عجیب ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں کاروباری آدمی تھا، دنیادار آدمی تھا۔ دین سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ ایک دن ریویو آف ریلیجنز رسالہ میرے پاس آیا اور اس پر ساتھ یہ بھی تھا کہ اس کے لئے اشتہار دیں تو اس پر مَیں نے ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا اشتہار بھی دیکھا۔ وہ کتاب مَیں نے منگوا کر پڑھی اور پھر یوں ہوا جیسے سارے اندھیرے چھٹ گئے۔ اس کے بعد اِن کے دادا کہتے ہیں کہ میرے پر ایسا انقلاب آیا ہے کہ مَیں روزے بھی رکھنے لگ گیا۔ نفلی روزے

بھی رکھنے لگ گیا۔ نمازوں اور تہجد کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگئی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب دیکھی تھی اور اس پر انہوں نے اُس کی یہ تعبیر کی تھی، کیونکہ ان سیٹھ صاحب کا، اِن کے دادا کا تعلق حضرت مفتی صادق صاحب اور یعقوب علی صاحب عرفانی اور حافظ روشن علی صاحب کے ساتھ تھا، انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے پاس ان کا ذکر کیا تو اس لحاظ سے تعارف تھا۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ مَیں نے ایک خواب دیکھی ہے کہ یہ احمدیت قبول کریں گے اور عظیم الشان روحانی فیض اور خدمت کی توفیق پائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بیعت کرلی۔

حضرت مصلح موعود نے ان کے دادا کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یہ پرانا خاندان ہے۔ اس کا بھی ذکر کر دیتا ہوں کہ ”متواتر سلسلہ کی خدمت میں اُن کا نمبر غالباً سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اِن کی مالی حالت مَیں جانتا ہوں ایسی اعلیٰ نہیں جیسی کہ لوگ اُن کی امداد کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ان کو خدا تعالیٰ نے نہایت پاکیزہ دل دیا ہے۔ اور مجھے ان کی ذات پر خصوصاً اس لئے فخر ہے کہ اِن کے سلسلہ میں داخل ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن کے اخلاص کے متعلق پہلے سے اطلاع دی تھی حالانکہ مَیں نے اُن کو دیکھا بھی نہ تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ سلسلہ کے درد میں اس قدر گداز ہیں کہ مجھے اُن کی قربانی کو دیکھ کر رشک آتا ہے اور میں اُن کو خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھتا ہوں۔ کاش کہ ہماری جماعت کے دوسرے دوست اور خصوصاً تاجر پیشہ اصحاب اُن کے نمونہ پر چلیں اور اُن کے رنگ میں اخلاص دکھائیں“۔ (الفضل 29/جنوری 1926ء) یہ حضرت مصلح موعود کے الفاظ ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیری کہتے ہیں کہ مَیں نے اندازہ لگایا ہے کہ اُس زمانے میں ان کی مالی قربانی کتنی ہوتی ہے؟ پیسے تو اب رواج ہے ناں کہ ایک روپے میں سو پیسے۔ اُس زمانے میں آنے ہوتے تھے اور سولہ آنے کا ایک روپیہ۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے حساب لگایا تو دیکھا کہ چودہ آنے یہ خدمتِ دین پر خرچ کرتے ہیں اور صرف دو آنے اپنی ضروریات کے لئے رکھتے تھے باوجود اس کے کہ بڑے کاروباری تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے دادا کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ تبلیغِ احمدیت کے متعلق اُن کا جوش ایسا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے پرانے صحابہ مولوی برہان الدین صاحب وغیرہ میں تھا۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا جوش اس طرح ہے جیسے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ میں تھا۔............حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے سیٹھ عبدالرحمٰن اللہ رکھا کی شکل میں اپنے فرشتے بھجوائے تھے اور میرے پاس آپ کی شکل میں فرشتے بھجوائے ہیں۔

(تابعین اصحاب احمد۔ جلد نہم۔ صفحہ 348-349)

تو یہ ہے مختصر ان کا تعارف اور خاندانی تعارف بھی۔

ان کی سادگی اور بالکل عاجزی کا ایک واقعہ ان کے بیٹے نے یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ یہ دہلی کے سٹیشن پر کھڑے تھے اور سرخ قمیص پہنی ہوئی تھی اور جو قُلی، مزدور سامان اٹھانے والے ہوتے ہیں، اُن کی بھی سرخ قمیصیں ہوتی ہیں۔ تو ایک فیملی آئی۔ انہوں نے سمجھا یہ قُلی ہے۔ انہوں نے کہا یہ ہمارا سامان اٹھاؤ اور وہاں پہنچا دو۔ انہوں نے بغیر کچھ کہے اُن کا سامان اٹھایا اور لے گئے۔ یہ مَیں حافظ صالح الٰہ دین صاحب کی سادگی کی بات کر رہا ہوں جن کی ابھی وفات ہوئی ہے۔ تو یہ وہاں لے گئے۔ سامان اتار کے جب اُس شخص نے مزدوری دینی چاہی تو کہنے لگے کہ آپ نے سامان پہنچانے کا کہا تھا مَیں نے آپ کی مدد کر دی ہے۔ اس کی کوئی اجرت نہیں ہے۔ وہ صاحب اس بات پر بڑے شرمندہ ہوئے۔ یعنی کہ بالکل انتہائی عاجزی تھی۔

یہاں بھی جلسہ پر پہلی دفعہ 2003ء میں جب آئے ہیں، یا پہلی دفعہ نہیں تو بہرحال 2003ء میں آئے تھے اور کچھ اُن کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی، ائیرپورٹ پر کچھ ٹرانسپورٹ کا انتظام صحیح نہیں تھا۔ بڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر رہائش کا انتظام بھی ایسا نہیں تھا لیکن بغیر کسی شکوے کے انہوں نے جماعتی نظام کے تحت وہ دن گزارے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے، ان کے بچوں کو بھی نیکیوں پر قائم رکھے۔ اُن کا حافظ و ناصر ہو۔ ان کی اہلیہ بھی ان سے پہلے ہی وفات پا چکی ہیں۔ ان کا جنازہ ابھی مَیں نمازوں کے بعد پڑھاؤں گا۔

دوسرا جنازہ کرنل محمد سعید صاحب ریٹائرڈ کا ہے۔ یہ آج کل کینیڈا میں ہوتے تھے۔ پاکستان جا رہے تھے۔ جہاز میں فلائٹ کے دوران ہی ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ کینیڈا میں وینکور اور کیلگری میں بطور آنریری مربی سلسلہ تعینات رہے تھے۔ اس کے علاوہ کینیڈا میں بطور جنرل سیکرٹری، صدر قضا بورڈ کینیڈا، سیکرٹری وصایا وغیرہ خدمات بجا لاتے رہے۔ احمدیہ گزٹ اور وقفِ نو کے کوآرڈی نیٹر کے طور پر بھی کام کیا۔ کیوبک (Qubic) میں قرآنِ مجید کے فرنچ اور گورمکھی ترجمے کی جو ترویج ہے اس میں پیش پیش رہے۔ بیوت الحمد ربوہ کی تحریک کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جب اعلان کیا تو انہوں نے خواہش کا اظہار کیا کہ ایک لاکھ روپیہ اپنی فیملی کی طرف سے ادا کریں گے۔ لیکن وہاں اس میں وہ ادا نہیں کر سکے اور اس کے بعد کینیڈا چلے گئے تو وہاں مسجد بیت السلام کی تعمیر کے وقت آپ نے اپنی فیملی کی طرف سے ایک لاکھ ڈالر کی رقم اس مسجد کے لئے ادا کی۔ قرآنِ مجید کی دو زبانوں میں اشاعت کے لئے بھی کافی بڑی رقم کی ادائیگی کی اِن کو توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ان دونوں بزرگوں کی نمازِ جنازہ ابھی ادا کروں گا۔

بقیہ: خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 16

اپنے عمل اور رویہ سے حق ادا نہیں کر رہا تو وہ گناہگار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”مرد چونکہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء:35) کا مصداق ہے اس لئے اگر وہ لعنت لیتا ہے تو وہ لعنت بیوی بچوں کو بھی دیتا ہے“۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 141۔ جدید ایڈیشن)

پس اگر نگران حق ادا نہیں کر رہا اور نسل کے برباد ہونے کا اور بگڑنے کا بھی خطرہ ہے تو پھر عورت کی عقلمندی کا تقاضا ہے کہ اپنی اولاد کو اور اپنے آپ کو اُس لعنت سے بچانے کے لئے نظام سے رجوع کرے اور پھر اپنے حقوق حاصل کرے۔ لیکن بہانے بنا کر نہیں۔ تقویٰ یہاں بھی شرط ہے۔ اس پہلو کو مدنظر رکھنا ہے۔

پھر گھر کا خرچ چلانا بھی مرد کا کام ہے۔ عورت چاہے کما بھی رہی ہو، اس کی جائیداد بھی ہو۔ پھر بھی گھر کا خرچ چلانا مرد کی ذمہ داری ہے۔ یہ کہنا کہ عورت کما رہی ہے یا اس کی جائداد ہے اس لئے اس کا فرض بنتا ہے کہ میرے ساتھ گھر کا خرچ چلائے اور گھر کا خرچ چلانے میں میری مدد کرے، یہ غلط بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد کو فضیلت دے دی گئی ہے۔ اگر یہ حق تمہیں مل گیا کہ تم قوّام ہو تو اس کے حقوق ادا کرنا، اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ۔ (النساء:33) یعنی جو کچھ مرد نے کمایا ہے اس میں سے ان کا حصہ ہے اور جو عورتیں کمائیں ان میں سے ان کا حصہ ہے۔ یہ بتا کر مَردوں کو کہہ دیا، واضح کر دیا ان پر کہ تم اپنی ذمہ داری ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری لگائی ہے۔

پس دیکھیں وہی عورت جو وراثت سمجھی جاتی تھی، اسے اپنے فیصلے کرنے کا بھی اختیار نہیں دیا گیا تھا، اس کو اتنے حقوق دیئے گئے کہ مرد کو حکم دے دیا گیا کہ اس کے مال پر نظر نہ رکھو۔ بلکہ اُس زمانے میں غلام اور لونڈیاں رکھنے کا رواج تھا لیکن ایسی عورتیں جو لونڈیاں ہوں اگر ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو مَردوں کو حکم دیا گیا کہ پھر ان کے حق مہر مقرر کرو جس طرح آزاد عورت کے حق مہر مقرر ہوتے ہیں۔ اسلام نے صرف آزاد عورت کے حقوق قائم نہیں کئے بلکہ لونڈی کے بھی حقوق قائم فرما دیئے تاکہ پاک اور ترقی کرنے والے معاشرے کا قیام ہو۔ پس عورت کے یہ حقوق ہیں جو اسلام نے قائم کئے۔ عرب کے لوگ تو اس زمانے میں اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس طرح عورت کو آزادی مل سکتی ہے۔

پھر جیسا کہ مَیں نے کہا عورت تو ایک مادی چیز کی طرح تصور کی جاتی تھی اور گویا کہ مَردوں کی خوشی کے لئے ایک چیز ہے۔ اور پھر وہ وراثت میں بانٹی جاتی تھی۔ لیکن اس کامل اور مکمل شریعت نے کس طرح اسے گہرائیوں سے نکال کر وہ مقام دلوایا ہے کہ وہی جو وراثت میں بانٹی جاتی تھی، وہ وراثت میں حصہ دار بن گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (النساء:8)۔ مَردوں کے لئے اس ترکہ میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور اقرباء نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے بھی اس ترکہ میں ایک حصہ ہے جو والدین اور اقرباء نے چھوڑا، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ ایک فرض کیا گیا حصہ ہے۔

یہ ہے معاشرے میں برابری کا مقام مرد اور عورت کا۔ ماضی قریب تک مغرب میں، جیسا کہ مَیں نے کہا، یہ حق عورت کو حاصل نہیں تھا بلکہ مرنے والا اگر وصیت کر جائے تو یہاں کے قانون کے مطابق اپنے جائز ورثاء کو بھی اس سے محروم کر دیتا ہے۔ لیکن اسلام میں 1/3 تک کی وصیت کسی کے حق میں ہو سکتی ہے لیکن وارث کے حق میں نہیں تاکہ باقی محروم نہ ہو جائیں۔

پھر عورت کی آزادی کا ہر حق قائم کرنے کے لئے اسلام عورت کو ایک ایسا حق دلواتا ہے جو کئی حقوق کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَایَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْہًا۔ وَلَا تَعْضُلُوْہُنَّ لِتَذْہَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْہُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ وَعَاشِرُوْہُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِہْتُمُوْہُنَّ فَعَسٰۤی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا (النساء:20) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو۔ اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ پھر لے بھاگو۔ سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

تو یہ ہے ایک حق عورت کا۔ مثلاً ایک خاوند اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے، اسے ناپسند کرتا ہے، حقوق پوری طرح ادا نہیں کرتا اور چھوڑتا بھی اس لئے نہیں کہ اس کی جائداد سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ یا عورت بے چاری کو اس حالت میں پہنچا دیا ہے کہ وہ بسترِ مرگ پہ پہنچ گئی ہے اور کوشش ہو کہ اس کے مرنے کے بعد پھر اس کی جائداد سے فائدہ اٹھائے۔ پھر اگر جیسا کہ اسلام نے عورت کے لئے جائز قرار دیا ہے، دوسری صورت بعض دفعہ یہ بھی بنتی ہے، کہ اگر ایسی حالت ہو جب مرد تنگ کر رہا ہو تو عورت خلع لے لے۔ خاوند کی یہ کوشش ہو اور یہ کرتے بھی ہیں کہ عورت کو اتنا تنگ کرو کہ وہ خلع لے لے اور تاکہ حق مہر معاف ہو جائے، حق مہر مرد کو نہ دینا پڑے۔ قضا میں جہاں خلع کا فیصلہ کیا جاتا ہے اگر وہ یہ رجحان رکھتی ہو کہ مرد کا ظلم ہے تو یہ خلع بھی بصورت طلاق ہوگی اور حق مہر دینا ہوگا۔ بسا اوقات عورت کو بدنام کرکے ایسی جھوٹی کہانیاں پیش کی جاتی ہیں اور اس کے حق سے محروم کرنے والی وہ باتیں قضا میں بھی اور عدالتوں میں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ یا بعض دفعہ ان ملکوں میں یوں بھی ہوتا ہے کہ عورت کی کچھ جائداد یا نصف جائداد عدالتوں میں جا کر ہتھیانے کی کوشش کی جاتی ہے

جبکہ اللہ تعالیٰ اس کو مکمل طور پر ناجائز قرار دیتا ہے۔

پھر یہ بھی بعض دفعہ ہوتا ہے کہ رشتہ دار بیوہ کو اس لئے شادی نہیں کرنے دیتے کہ اس عورت کے خاوند کی جائداد پر ان کا تصرف رہے اور قبضہ رہے۔ یہ واقعات آج کل بھی ہو رہے ہیں اور ہوتے ہیں۔ بہت ساری شکایتیں آتی ہیں۔ یہ ایسے واقعات ہیں جن کو پندرہ سو سال قبل قرآنِ کریم نے بیان فرما کر ان سے بچنے کی طرف مَردوں کو توجہ دلادی تا کہ عورت کے حق قائم رہیں۔

پھر بعض دفعہ رشتہ دار عورت کو اس کی مرضی کے خلاف اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسے شخص سے شادی کر لے جو ان کے عزیزوں میں سے ہے تا کہ فوت شدہ خاوند کی جو جائداد ہے وہ باہر نہ جائے۔ خاوند بعض دفعہ غلط طریقے سے عورت کی جائداد ہتھیا لیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا ہے ان ملکوں میں قانونی کارروائیاں کر کے جو ہوتا ہے۔ خاوند کے رشتہ دار اس کے مرنے کے بعد بھی کرتے ہیں۔ اگر خاوند نہیں کر رہا تو خاوند کے رشتہ دار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بسا اوقات طلاق وغیرہ کی صورت میں جو تحفے وغیرہ دیئے جاتے ہیں، انہیں واپس لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ جو تحفوں کا مطالبہ ہے، یہ میاں بیوی کے جھگڑوں میں اکثر آتا رہتا ہے۔ غرض قرآن کریم اس طرح ایک عورت کے حقوق قائم کرتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے کہ کوئی اور دین نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تمام صورتیں جو ہیں یہ منع ہیں اور عورت کو اس کے حق سے محروم کرنے والی بات ہے۔

عورت کو اس کی بیوگی یا طلاق کے بعد اپنی مرضی کی شادی کرنے کا بھی حق ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ لیکن عورت کا نکاح چونکہ بغیر ولی کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر ایسی روکیں کھڑی ہو جائیں تو خلیفۂ وقت کے پاس عورت درخواست کرسکتی ہے۔ اور اگر عذر جائز ہو تو خلیفۂ وقت ولی بن سکتا ہے یا ولی مقرر کر سکتا ہے یا وکیل مقرر کرسکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اس آیت میں فرماتا ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ ظلم اور زیادتی کے بہانے تلاش نہ کرو۔ نہ ان کی جائداد پر نظر رکھو۔ نہ ان کو جو تم دے چکے ہو اس پر نظر رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَ ھْلِہٖ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی سے نیک سلوک رکھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اپنی بیویوں سے سب سے زیادہ نیک سلوک کرنے والا مَیں ہوں۔ (سنن ابی ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء حدیث 1977)

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

اقصیٰ روڈ	ریلوے روڈ
6212515	6214750
6215455	6214760

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

تو دیکھیں مَردوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُسوہ سے عورت کے حقوق قائم کرنے پر مزید توجہ دلوادی۔

یہاں اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ سوائے اس کے کہ عورتیں کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں، یہاں واضح ہو کہ اس کا تعلق بھی مال لینے سے نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی عورت، کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو رہی ہے تو مَرد اُن کے مال پر قبضہ کر لیں۔ بلکہ اس بات کا تعلق اُن سے ہے جو پہلی آیات میں باتیں بیان کی گئی ہیں کہ اگر عورت بے حیائی کی مرتکب ہو رہی ہو تو اس کو گھروں میں روک سکتے ہو۔ اور پھر عورت پر، اس کی بے حیائی پر صرف الزام لگا دینا کافی نہیں ہے بلکہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور اس کا بھی ایک لمبا طریقہ کار ہے۔ یا الزام لگانے والوں کو، اگر خاوند ہے تو اللہ کی قَسم کے ساتھ شہادت دیتے ہوئے اپنی سچائی پیش کرنی ہوگی ورنہ اس گواہی میں اپنے آپ پر لعنت بھی ڈالے کہ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو مجھ پر لعنت ہو۔ اسی طرح عورت کو اس کے ردّ کے لئے اس طرح قسم کے ساتھ اپنی سچائی کی گواہی دینی ہے تو دونوں طرف حقوق قائم کئے گئے ہیں۔ بہرحال یہاں یہ فقرہ کہ 'سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوگئی ہوں' کا تعلق اس سے نہیں ہے کہ مَردوں کو عورت کے مال کھانے کی اجازت مل گئی ہے، بلکہ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے اس کا تعلق ہے یا حق دلانے کے ساتھ تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ تم کسی ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بھلائی رکھی ہو۔ تم ایک عورت کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس میں بھلائی رکھی ہو۔ اس لئے سوائے اس کے کہ تم واضح اور کھلی بے حیائی ثابت کرسکو یا کرو بلا وجہ عورت پر الزام لگا کر نہ اسے تنگ کرنے کی کوشش کرو۔ نہ اِس وجہ سے اسے اپنی چیز سے جو اس عورت کی ملکیت ہے محروم کرنے کی کوشش کرو۔ اور نہ ہی اس کا جو حق تم پر بنتا ہے اُس سے اُسے محروم رکھنے کی کوشش کرو۔ ذرا ذرا سی بات پر جو مَرد عورت کو تنگ کرتے ہیں یا انہیں طلاق دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی عورت کا حق محفوظ رکھتے ہوئے مَرد کو نصیحت فرمادی ہے۔

پس جس پہلو سے بھی دیکھیں اسلام عورت کے حق کی حفاظت کرتا ہے۔ حقوق کی یہ حفاظت اس قدر ہے کہ کوئی عورت جو مسلمان ہے اِس بات پر قرآن کریم کے لائے ہوئے احکامات کا شکر ادا نہیں کرسکتی۔ اور کسی دوسری کتاب میں اور شریعت میں اس حد تک عورت کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی کہ صرف حقوق ہی قائم نہیں کئے بلکہ مرد کو حکم دیا ہے کہ عورت کی غلطیوں اور کمزوریوں سے صَرفِ نظر کرو۔ اور صِرف صَرفِ نظر ہی نہیں بلکہ اس سے شفقت اور مہربانی کا سلوک کرو اور یہ شفقت اور پیار کا سلوک صرف کسی بات پر خوش ہو کر نہیں کرنا بلکہ اگر تم انہیں ناپسند بھی کرتے ہو تب بھی کرو۔ پس یہ وہ اعلیٰ معیار ہے جو اسلام نے عورت کا حق قائم کرتے ہوئے مقرر فرمایا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے اسلام سے پہلے کے حالات مختصراً بتائے تھے۔ ان حالات میں اس حق کی طرف نہ صرف مردوں کو توجہ دلانا بلکہ اُس حق کو قائم فرمانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کا ایک مسلمان عورت پر ایک عظیم احسان ہے۔ عرب کے لوگ آپؐ کے اس عمل اور عورت کا حق قائم کرنے کی کوشش کو دیکھ کر بعض دفعہ ٹھوکر کھا جاتے تھے۔ عورتیں بھی یہ دیکھ کر کہ ہمارا حق قائم کروانے والا کوئی ہے، دلیر ہوگئی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے، کہتے ہیں میری بیوی میرے معاملات میں دخل دیتی تھی تو میں نے اسے ڈانٹا کہ تو کون ہے میرے معاملے میں دخل دینے والی۔ عرب جو ہیں عورت کے اس حق کو کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ عورتیں مردوں کو مشورہ دیں۔ اس پر حضرت عمرؓ کی بیوی نے انہیں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اگر انہیں مشورہ دے سکتی ہیں اور دیتی ہیں اور آپؐ انہیں نہیں روکتے تو تم مجھے روکنے والے کون ہوتے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن...... حدیث نمبر 3692)

تو یہ جرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم اور عمل سے عورتوں میں پیدا کی تھی۔

پھر عرب جو تھے عورتوں کے معاملے میں اتنے سخت تھے کہ اگر عورت سے غلطی ہو جائے تو مار پیٹ لیتے تھے۔ آج کل بھی یہ بڑا رواج ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ان مغربی ملکوں میں بھی کئی عورتیں مردوں کے سلوک کے بارے میں مجھے لکھتی ہیں اور اپنے مَردوں کے خوف سے، خاوندوں کے خوف سے بعض صرف اتنا لکھتی ہیں کہ یہ ہمارے حالات ہیں۔ ماریں کھا کھا کر ہم تنگ آ گئی ہیں۔ بچوں پر بھی اب اس کا اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے لیکن آپ کو ہم صرف دعا کے لئے لکھ رہے ہیں۔ میرے خاوند کو یہ پتہ نہ چلے کہ مَیں نے یہ خط آپ کو لکھا ہے۔ کیونکہ اگر پتہ لگ گیا تو اس کی اصلاح تو ہوگی نہیں، بجائے اس کے کہ اصلاح ہو مجھے مزید مار کھانی پڑے گی کہ مَیں نے شکایت کی ہے۔ تو بہرحال یہ رواج عربوں میں بڑا عام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو عورتوں کی آزادی اور ان کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار تو آپؐ ہی تھے۔ آپؐ نے فرمایا عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں۔ تمہاری لونڈیاں نہیں۔ ان کو مت مارو۔ اسلام کی ابتدا تھی۔ تربیت کا دور تھا۔ اس بات پر جب مَردوں کو مجبوراً نرمی دکھانی پڑی تو عورتیں اور زیادہ دلیر ہو گئیں۔ گھروں میں پھر عورتوں نے سختی کرنی شروع کر دی۔ ایک نئی طرز کا فساد پیدا ہو گیا کیونکہ تربیت کی کمی تو عورتوں میں بھی تھی۔ پچھلے بدلے بھی انہوں نے اس بات پر اتارنے شروع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ جو ذرا جوشیلے تھے آپ نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپؐ نے ہمیں عورتوں کو مارنے سے منع فرما دیا ہے اور وہ اس بات پر بڑی دلیر ہوگئی ہیں۔ اب اس نافرمانی کی وجہ سے گھر میں اور اور طرح کے فسادات شروع ہو گئے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت حد سے بڑھتی ہے تو تم اپنے رواج کے مطابق تھوڑا سا مار لیا کرو۔ اُس وقت تک عورتوں کے بارے میں تفصیلی احکامات نہیں اُترے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن عربوں کو چونکہ پرانی عادت تھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کو بجائے انتہائی صورت میں استعمال کرنے کے پھر پرانے طریقے پر وہی سلوک کرنا شروع کر دیا۔ عورتوں سے مار دھاڑ کرنی شروع کر دی۔ اس پر مسلمان عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی وساطت سے آپ تک مَردوں کی شکایت پہنچائی۔ اس پر آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ جو لوگ اپنی عورتوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے یا مارتے ہیں۔ یاد رکھو وہ خدا کی نظر میں یقیناً اچھے نہیں سمجھے جاتے۔

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء حدیث نمبر 2145)

اس کے بعد پھر عورتوں کے جو حقوق ہیں وہ قائم ہوئے۔ قرآن کریم کے مزید احکامات اترے تو عورتوں نے پھر سُکھ کا سانس لیا۔

ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورتوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جو خدا تعالیٰ تمہیں کھانے کے لئے دے وہ اُسے کھلاؤ۔ جو خدا تعالیٰ تمہیں پہننے کے لئے دے اسے پہناؤ۔ اسے تھپڑ نہ مارو۔ اسے گالیاں نہ دو۔ اسے گھر سے نہ نکالو۔ (سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجھا حدیث نمبر 2142)

تو یہ احکامات تھے جو آپؐ نے دیئے۔ میری یہ بات مرد بھی سن رہے ہیں ذرا اپنے جائزے لیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں کیونکہ اب بہت سارے اس طرح کے Case آنے لگ گئے ہیں۔

عورتیں بھی اپنے فرائض پورے کرنے کی کوشش کریں اور اُن کے ذمّہ جو فرائض ہیں اور مردوں کے حقوق ہیں وہ ادا کریں۔ اور پھر جب سچائی پر قائم ہو جائیں تو پھر اپنے حق کا بے دھڑک مطالبہ کریں۔ پھر ہی ایک پُرامن گھر اور ایک پُرامن معاشرے کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر اس قدر احسان ہیں اور اس قدر باریکی میں جا کر آپؐ نے عورتوں کے جذبات کا خیال رکھا ہے اور ان کے حقوق قائم کئے ہیں کہ ایک مومن عورت تمام عمر بھی آپؐ پر درود بھیجتی رہے اور آپؐ کے احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش کرے تو نہیں اتار سکتی۔ آپؐ نے عورت کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے مَردوں سے یہ فرمایا کہ جو لوگ باہر سفر کے لئے جاتے ہیں، انہیں جلدی گھر واپس آنا چاہئے تا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے، جس کے لئے اُسے سفر کرنا پڑا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہوئے جلد گھر واپس آ جائے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد و السیر باب السرعۃ فی السیر حدیث 3001)

اور ایک شادی شدہ مرد کے لئے قریبی رشتہ دار اس کے بیوی بچے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں بعض گھروں میں اکیلی بیٹھی رہتی ہیں۔ بیاہ کر نئی لڑکیاں یہاں آئی ہیں، ان ملکوں میں کوئی واقف نہیں ہے، گھر میں بند پڑی ہیں اور ان ملکوں کے موسم بھی ایسے ہیں اس لئے بعض دفعہ ڈیپریشن کا شکار بھی ہو جاتی ہیں اور مرد کام کے بعد اپنے دوستوں میں بیٹھے گپیں مارتے رہتے ہیں۔ تو یہ حق بھی عورت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے قائم فرمایا۔ مَردوں کو نصیحت فرمائی کہ عورتوں کو ان کا حق دو۔ رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ بچوں کو ان کا حق دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے اس حرکت کو ناپسند فرمایا ہے کہ بیٹھ کے پھر بعد میں گپیں ماری جائیں اور عورت کو چھوڑ دیا جائے۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس کے گھر میں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو تعلیم دلوائے، اچھی تربیت کرے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اُس پر دوزخ حرام کردے گا۔ (سنن ترمذی کتاب البر و الصلة باب ما جاء فی النفقة علی البنات حدیث 1912)

اس بات کو اگر عربوں کی اس حالت کے تناظر میں دیکھیں جس کے بارے میں قرآن کریم نے لکھا ہے کہ جب انہیں لڑکی کی پیدائش کی خبر پہنچتی تھی تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی بعض بڑا غم کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ بعض لوگ ان میں سے ایسے تھے جو اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے، زندہ دبا دیتے تھے۔

روایات میں ایسے ہی ایک واقعہ کا ذکر ملتا ہے جو ایک باپ نے اپنی بیٹی کو زندہ زمین میں دبانے کا یا کنوئیں میں پھینکنے کا کیا تھا۔ وہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہا تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میری ایک بیٹی تھی، بڑا پیار تھا اس بیٹی سے، جب وہ میری بات سمجھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوگئی تو ایک دن مَیں نے اسے اپنے پاس بلایا اور وہ باپ کی محبت میں میرے پاس آگئی۔ اور مَیں اس بچی کو لے کر اپنے خاندان کے کنوئیں کے پاس پہنچا اور اپنی معصوم بچی کو پکڑ کر اس میں پھینک دیا۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے اتنا یاد ہے کہ جب مَیں نے اس بچی کو کنوئیں میں پھینکا تو اس کی دل ہلا دینے والی چیخیں تھیں۔ میرے ابّا اور ہائے میرے ابّا کی پکار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے یہ سن کر بے اختیار آنسو رواں ہوگئے۔ اِس پر ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا کہ تم نے آنحضرتصلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر دیا ہے۔ اس پر وہ چپ ہوگیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اس سے وہ قصہ سنا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اور روایت میں ہے کہ آنسوؤں کی جھڑی بہہ رہی تھی اور آپ کی داڑھی اس سے تر ہوگئی تھی۔

(سنن الدارمی باب ما کان علیه الناس قبل المبعث النبیؐ ...... حدیث نمبر 2 دار المعرفة بیروت 2000ء)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص کے گھر میں بیٹی ہو وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، نہ اسے ذلیل کرے اور نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنّت میں داخل کرے گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب ابواب النوم باب فی فضل من عال یتیماً حدیث 5146)

کس کس طرح آپ نے ان اُجڈ عربوں کو جو عورتوں کو پاؤں کی جوتی سمجھتے تھے، لڑکی اور عورت کے حقوق کی پہچان کروائی۔

پھر آپؐ نے اپنی وفات سے پہلے مسلمانوں کو جمع کرکے جو نصیحت فرمائی اس میں ایک بات یہ فرمائی کہ میں تمہیں اپنی آخری وصیت یہ کرتا ہوں کہ عورتوں سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرتے رہنا۔

(سنن ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها حدیث 1163)

ایسے ایسے عظیم احسانات اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں پر کئے ہیں کہ جیسا کہ مَیں نے کہا عورت کبھی ان احسانوں کا شکر ادا نہیں کرسکتی۔ گو اس کا حق تو ادا نہیں ہوسکتا لیکن کوشش ضرور کرنی چاہئے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ پس کوشش کس طرح ہونی چاہئے۔

آج ہر عورت کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اس احسان پر جو ایک مسلمان عورت پر ہوا ہے، شکر گزاری کے جذبات سے پُر رہے۔ اور یہ شکر گزاری کس طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول کے اس قدر احسانات کا شکر اس وقت ایک عورت ادا کرسکتی ہے جب ایک عورت، خاص طور پر ایک احمدی عورت اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے انہیں بجالائے کیونکہ اس پر دوہری ذمہ داری ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی بھی بیعت کی ہوئی ہے جنہوں نے اس زمانے میں پھر عورت کا حق قرآن اور سنّت کی روشنی میں قائم فرمایا۔

ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی‘‘۔ فرمایا کہ ’’ مختصر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ (البقرة: 229) کہ جیسے مَردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مَردوں پر ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کا حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کردیتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ300 جدید ایڈیشن)

پردہ کا حکم تو ہے ایک عورت کے لئے اور اس کی پابندی کرنا بھی عورت کے لئے ضروری ہے۔ لیکن بعض لوگ عورت کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتے۔ یا اس طرح سختی سے اس کا منہ لپیٹتے ہیں کہ اس کے لئے چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو اگر سر ڈھانپا جائے، حجاب پورا لیا جائے، لباس ٹھیک طرح ہو جس سے زینت ظاہر نہ ہوتی ہو تو یہ پردہ ہے جو حقیقت میں ہر احمدی عورت کو کرنا چاہئے۔ اس کی ایک پہچان اس سے نظر آتی ہو۔ عام عورت اور احمدی عورت میں ایک فرق ہونا چاہئے لیکن دوسری طرف جو سختی ہے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

پھر فرمایا کہ ’’ چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا سلوک ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ301-300 جدید ایڈیشن)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ’’ بیوی کے ساتھ جس کا چال چلن عمدہ اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں؟ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 403 ۔جدید ایڈیشن)

پس دیکھیں کس کس طرح مردوں کو نصیحت کرکے آپ نے عورت کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اب عورت کا، ایک احمدی عورت کا فرض بنتا ہے کہ ان حقوق کے قائم ہونے کی شکر گزاری کے طور پر اپنے فرائض پورے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومن عورتوں اور مومن مردوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض احکامات میں عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ بعض احکامات میں مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ بعض احکامات صرف مومنین کے لئے ہیں لیکن عورتیں بھی اس میں شامل ہوتی ہیں، لفظ صرف مومنین کا استعمال ہوا ہے۔ پس ان احکامات پر عمل کرنا جو قرآن کریم میں دیئے گئے ہیں ایک احمدی عورت کے فرائض میں شامل ہے اور اس کی طرف ہر احمدی عورت کو توجہ دینی چاہئے۔

پس پہلی بات جو آپ کے، ایک احمدی عورت کے فرائض میں داخل ہے کہ کس طرح آپ شکر گزاری کرسکتی ہیں یہ ہے کہ عبادت کی طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصدِ پیدائش جو بتایا ہے وہ عبادت ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مرد عبادت کریں اور عورتیں نہ کریں بلکہ عورتوں کو بھی عبادت کی طرف اسی طرح توجہ دلائی ہے جس طرح مردوں کو توجہ دلائی ہے۔ سب سے بڑی شکر گزاری یہی ہے۔ جو اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ہو وہی حقیقی شکر گزار ہے۔ یہ عبادتیں ہی ہیں جو آپ کی نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کے قریب لانے والی بنائیں گی۔ انہیں بھی اپنے خدا کی پہچان کروائیں گی۔ اور یہ عبادتیں ہی ہیں جو آپ کی دنیا و عاقبت سنوارنے والی بنائیں گی۔ آپ کی دعائیں اور صدقات ہیں جو مردوں کی طرف سے ملنے والی بہت سی ابتلاؤں اور پریشانیوں سے آپ کو بچاتی ہیں۔ پس اس طرف بہت توجہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات میں سے عبادت کرنے والی کئی ایسی صحابیات تھیں جو مَردوں کو بہت پیچھے چھوڑ گئی تھیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے عبادتوں میں بڑھنے والی عابدات عطا فرمائیں۔ پس پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کرنے کے لئے اپنی عبادت کے معیار بلند کرتے چلے جانے والی بنیں اور اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکامات ہیں۔ جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ پس ہر عورت کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ، قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ اور اس میں دیئے گئے احکامات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہر عورت پر فرض ہے۔ ہر احمدی عورت پر فرض ہے، بلکہ عورتیں قرآن کریم پر غور کرنے والی اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی ہوں گی تو زیادہ احسن رنگ میں جماعتی ترقی میں کردار ادا کرسکتی ہیں کیونکہ ان کی گودوں میں پلنے والے بچے بھی پھر اسی رنگ میں رنگین ہوں گے جس میں وہ ہوں۔ پس اس طرف بہت توجہ دیں۔

بعض دفعہ بعض عورتوں کی باتیں سن کر یا خطوں میں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہم نے تو فلاں فلاں نیک کام کی طرف توجہ کی تھی یا ہم کرنا چاہتی تھیں، جماعت سے تعلق رکھنا چاہتی ہیں، اجلاسوں پر جانا چاہتی ہیں، قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنا چاہتی ہیں لیکن ہمارے خاوند ہمارے راستے میں روک بن جاتے ہیں۔ حالانکہ ان عورتوں میں سے اکثریت ایسی عورتوں کی ہوتی ہے کہ جو دنیاوی معاملات ہیں ان میں وہ عورتیں مَردوں کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ دین کے حق لینے کے لئے کیوں کھڑی نہیں ہوسکتیں۔ یہ نفس کے بہانے ہوتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے اپنے پر احسانوں کی جگالی کرتی رہیں تو پھر کبھی یہ بہانے نہ بنائیں۔

پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ دین کے معاملہ میں ہمیشہ ایک احمدی عورت کو غیرت دکھانی چاہئے۔ اور جن گھروں میں دین کی غیرت کے مظاہرے ہوں گے وہ گھر کبھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے خالی نہیں ہوں گے۔ اسلام کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں عورتوں نے دین کے مقابلے میں دنیا کو ہیچ سمجھا۔ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا یہ مشہور واقعہ ہے آپ کے اسلام لانے کی وجہ بھی ایک عورت بنی تھی۔ جس نے مرنا گوارا کرلیا، جس نے اپنے بھائی کے مقابلے پر کھڑے ہوکر زخمی ہونا گوارا کرلیا اور زخمی ہوگئی لیکن اپنے خاوند اور دین کی تعلیم دینے والے کو بچالیا۔ اور پھر حضرت عمرؓ کی بہن کا یہی زخم اور خون جو تھا حضرت عمرؓ کے دل کی نرمی کا باعث بن گیا۔ اور نتیجۃً آپؓ کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنا۔ (ماخوذ از اسد الغابة جلد 6 ذکر ’’فاطمه بنت الخطاب‘‘ صفحه 223 دار الفکر بیروت ایڈیشن 2003ء)

پس اگر مصمّم ارادہ اور پختہ ارادہ ہو تو عورتیں انقلاب لانے کا باعث بن جاتی ہیں۔ آج کل کی دنیا میں دین کی تعلیم کا حصول اسی طرح عورت کے لئے ضروری ہے جس طرح مردوں کے لئے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو عورتیں اور لڑکیاں اس طرف توجہ کرتی ہیں، ان کی کوششوں کے بہترین پھل لگتے ہیں۔ بعض دفعہ مجھ سے یہ اجازت لی جاتی ہے کہ لجنہ میں مردوں کو لیکچر دینے کے لئے اجازت دی جائے کیونکہ عورتیں اس قابل نہیں۔ **تو عورتوں کو اس قابل بننا چاہئے کہ مَردوں کے اوپر وہ انحصار نہ کریں بلکہ خود ان کا علم ایسا ہو کہ وہ آگے پڑھا سکیں** اور جن جن جماعتوں نے اور جن لجنات نے کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ عورت کے مشورے جو ہیں مرد سے زیادہ صائب ہوتے ہیں، زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے وقت آپؐ کی حرم اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا جو تھیں، اُن کا مشورہ تھا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غم دور ہوا کہ صحابہ اطاعت نہیں کرتے۔ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو صحابہ کے خیال میں بعض ایسی شرائط پر صلح ہوئی کہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے اور پھر عرب مزاج کے لحاظ سے ان کی غیرت ان شرائط کو گوارا نہیں کر رہی تھی۔ صلح کی شرائط پر دستخط کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیاں ذبح کرو تو باوجود آپ کے تین دفعہ یہ ارشاد فرمانے کے صحابہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور انتہائی غم کی حالت میں بیٹھے رہے۔ صحابہ کے غم کی یہ حالت اس

لئے تھی کہ جن شرائط پر صلح ہوئی تھی، یہ شرائط مسلمانوں کی کمزوری پر دلالت کرتی تھیں۔ جبکہ وہ صحابہ جو تھے وہ تو اپنے بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے آئے تھے اور پھر اس کے لئے بیتاب تھے۔ لیکن جو فتح اللہ تعالیٰ کا نبی دیکھ رہا تھا وہ صحابہ کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قربانی کا حکم دیا اور اس پر صحابہ کا کسی قسم کا ردّ عمل ظاہر نہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ پہنچا اور آپ صدمے کی حالت میں اپنے خیمہ کے اندر گئے۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کی حالت دیکھ کر عرض کی کہ آپؐ کے صحابہ جو ہیں نافرمان نہیں ہیں بلکہ غم کی حالت میں ہیں۔ آپ کچھ کہے بغیر اپنی قربانی ذبح کر دیں اور سر منڈوا لیں۔ تو آپؐ نے باہر جا کر یہی کیا اور آپؐ کا یہ عمل دیکھ کر صحابہؓ اس طرح لگے جس طرح سوتے سے جاگ گئے ہیں اور فوراً قربانیوں کے گلوں پر چھریاں پھرنے لگیں اور سر منڈوانے لگے۔ (بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد و المصالحة مع اهل الحرب حديث 2732-2731)

تو یہ ایک عورت کا ایک انتہائی صائب مشورہ تھا جو دین بھی جانتی تھی اور صحابہ کے اخلاص و وفا کا بھی اسے پتہ تھا۔ اس کا گہرا مشاہدہ تھا کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں۔ یہ عورت ہی تھی جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا یعنی حضرت خدیجہؓ۔ آپ نے صرف خاوند ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کی مدد کے لئے مالی قربانی کی۔ یہ عورتیں ہی تھیں جو مردوں کو جہاد کرتے دیکھ کر حسد کرتی تھیں کہ ہم کس طرح اس ثواب میں شامل ہو سکتے ہیں۔ ہم کس طرح اس جہاد کا ثواب لے سکتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ کیا اُن کے پیچھے جو اُن کے گھروں کی ہم نگرانی کرتی ہیں ہم اس ثواب میں حصہ دار بن جائیں گی یا نہیں۔ پھر عورتیں ہی تھیں جن کے سامنے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی قربانی کی تحریک کرتے ہوئے حضرت بلالؓ کو چادر پھیلانے کے لئے کہا تو مختلف قسم کے زیورات اور چیزوں کے اس چادر پر ڈھیر لگ گئے۔

(بخاری کتاب العیدین باب موعظة الامام النساء یوم العيد حديث 979)

یہ عورت ہی تھی جس کو نہ اپنے باپ کے مرنے کا غم تھا۔ نہ اپنے خاوند کے مرنے کا غم تھا۔ نہ اپنے بھائی کے مرنے کا غم تھا۔ فکر تھی تو صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ اور جب آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہا اب مجھے کسی کے مرنے کا کوئی غم نہیں ہے۔

(السيرة النبوية لابن هشام غزوه احد شان عاصم بن ثابت صفحه545 دار الكتب العلمية بيروت 2001)

پس یہ وہ عورتیں تھیں جو سمجھتی تھیں کہ ہمارے حقیقی حقوق دلانے والے، ہماری آزادی کا نعرہ لگانے والے تو اللہ تعالیٰ کے یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایسی پیاری تعلیم لے کر آئے ہیں کہ جس نے ہمیں ایک مقام دلوا دیا ہے۔ پس اگر آپ زندہ ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، اور یہ دین زندہ ہے اور ہمارا ہمیشہ رہنے والا اور زندہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پھر ہمیں کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔ غرض کہ قرونِ اولیٰ کی صحابیات کے اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی اس حقیقت کو سمجھنے والی بے شمار خواتین تھیں جنہوں نے قربانیوں کے معیار قائم کئے۔ حضرت امّاں جانؓ کی قربانیاں ہیں۔ جلسے پر مہمانوں کے لئے اپنی ساری جمع پونجی، اپنا سارا زیور جو تھا وہ دے دیا تاکہ مہمانوں کی مہمان نوازی ہو جائے اور کسی قسم کا شکوہ یا فکر کا اظہار نہ ہوا۔ صرف اس لئے نہیں کہ میرے خاوند کو ضرورت ہے بلکہ اس لئے کہ مسیح محمدی کے لنگر کے لئے مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے ضرورت ہے تاکہ مہمانوں کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ یہ قربانی دین کا علم ہونے، ایمان پر قائم ہونے اور شکر گزاری کے جذبات کی وجہ سے تھی۔ (اصحاب احمد جلد چهارم، روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی صفحه 183 روایت نمبر 80۔ جدید ایڈیشن)

اسی طرح جماعت میں بے شمار مثالیں ایسی قربانیوں کی ملتی ہیں۔ حضرت اُمّ ناصر جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیوی تھیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی والدہ تھیں، اُنہوں نے اُس زمانے میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے الفضل کا اجراء فرمایا (آپؓ کی خلافت سے پہلے کی بات ہے) تو اپنا زیور اس کام کے لئے پیش کیا۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ”اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے ہیں جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا ایک نیا ورق اُلٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا“۔ (روزنامہ الفضل قادیان 28 دسمبر 1939ء خلافت جوبلی نمبر صفحه78-77)

کیوں؟ اس لئے کہ آپ قربانی کرنا جانتی تھیں۔ قربانی کی حقیقت جانتی تھیں۔ اور آپ یہ جانتی تھیں کہ ہماری عزت، ہماری بقا اسلام اور احمدیت میں ہے۔ اور اس شکر گزاری کے طور پر اگر ہم اپنا سب کچھ بھی قربان کر دیں تو پھر بھی حق ادا نہیں کر سکتے۔

اور یہ صرف پرانی باتیں نہیں ہیں بلکہ آج بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اس حقیقت کو سمجھنے والی پاک فطرت اور تقویٰ پر چلنے والی بڑی عمر کی خواتین بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں، جو دین کو دنیا پر مقدم کرنا جانتی ہیں۔ جو مغربی معاشرے میں رہنے کے باوجود دین سے چمٹی ہوئی ہیں۔ جو اپنے خونی رشتوں کے بجائے احمدیت کے حقیقی رشتے کو قائم رکھنا جانتی ہیں۔

گزشتہ دنوں مجھے ایک نوجوان بچی ملی جس کا رو رو کر برا حال تھا۔ اس کو بہت زیادہ غم تھا کہ میرا باپ مرتد ہو گیا ہے۔ غم اس لئے نہیں تھا کہ باپ سے مَیں کچھ لوں گی۔ نہیں، بلکہ اس لئے غم تھا کہ اس کا دین ضائع ہو گیا۔ لیکن اس نے ساتھ ہی بڑے عزم سے یہ کہا کہ مَیں اپنے دین پر قائم ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہوں گی اور میں یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس باپ کے بدلے میں ایک قوم آپ کو عطا فرمائے۔ تو اس طرح کا جذبہ رکھنے والی بچیاں بھی اس زمانے میں اور ان ملکوں میں رہنے والی ہیں۔

پس یہ آج کے زمانے کی مغرب میں رہنے والی نوجوان بچیاں ہیں جو اسلام کی خوبیوں کو جانتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے احسانات کو جانتی ہیں۔ جو جانتی ہیں کہ اگر وہ رب العالمین کی پناہ میں رہیں گی تو ان کے وہ حقوق قائم ہوں گے جو ان کا باپ یا کوئی خونی رشتہ دار بھی قائم نہیں کر سکتا۔ جو جانتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی خاطر خلافت سے محبت ہم نے کرنی ہے تاکہ ہم ہمیشہ اس مضبوط کڑے کو پکڑے رہیں اور ہمیشہ عافیت کے حصار میں رہیں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم پکڑے رہو گے تو محفوظ رہو گے۔

پس ہر احمدی عورت ہمیشہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے لئے ہم نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہے۔ اپنے گھروں میں رائج کرنا ہے۔ اپنی نسلوں میں جاری رکھنا ہے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کریں گی تاکہ اپنے حقوق جاننے کے بعد ان فرائض کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جو قرآن اور اسلام آپ سے چاہتا ہے۔

پس آج ایک عزم کے ساتھ ایک عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حقوق قائم کر کے جو ہم پر احسان فرمایا ہے اور خلافت کے انعام سے ہمیں نوازا ہے، ہمارے سے ہمدردی رکھنے والا اور ہمارے حقوق کے قائم کرنے کی کوشش کرنے والا ایک ذریعہ ہمارے لئے بنایا ہے، ہم اس انعام کے شکرانہ کے طور پر اپنا سب کچھ اسلام اور احمدیت کے راستے میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ عہد کریں کہ اپنے بچوں کو بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی چلی جائیں گی۔ اپنے میں اور اپنے بچوں میں خلافت سے تعلق اور وفا میں بڑھتی چلی جائیں گی۔ اور اپنی نسلوں میں اس وفا کی ایسی جاگ لگائیں گی جس کی وجہ سے قیامت تک وہ اخلاص و وفا کے نمونے دکھلاتی چلی جائیں تاکہ تمام دنیا پر اس اکائی کی وجہ سے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی حکومت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کریں۔

❁❁❁❁❁❁❁

بقیہ: نماز جنازہ از صفحہ نمبر 4

پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ متقی مخلص، دعا گو، خدا ترس، غریبوں کی ہمدرد اور نافع الناس خاتون تھیں۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والہانہ لگاؤ تھا۔ قرآن کریم سے بے حد محبت تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بھی بہت شوق تھا۔ میاں کی وفات کے بعد آپ نے حالات کا بڑے صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا اور اولاد کی اچھی تربیت کی۔ دارالبرکات ربوہ میں صدر لجنہ کی حیثیت سے لمبا عرصہ خدمت کا موقعہ بھی ملا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

❁ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 10 فروری 2011ء قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری حمید اللہ ورک صاحب مرحوم آف بیداد پور ورکاں ضلع شیخوپورہ)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ مرحومہ اپنے بیٹے کے پاس UK آئی ہوئی تھیں کہ مختصر علالت کے بعد 5 فروری 2011ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند اور سلسلہ کا درد رکھنے والی مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرمہ ثریا بانو صاحبہ (اہلیہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر۔ ناظر بیت المال آمد قادیان)

7 فروری 2011ء کو امرتسر میں 64 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ نصرت گرلز سکول میں بطور استانی لمبا عرصہ خدمت بجا لاتی رہیں۔ چار سال قبل ریٹائر ہوئی تھیں۔ بھدرواہ کشمیر کے پرانے مخلص خاندان سے تعلق تھا۔ اپنے شوہر کے ساتھ 42 سال کا لمبا عرصہ نہایت خوش اسلوبی سے گزارا۔ بڑی خوش اخلاق، ملنسار اور مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرمہ مختاراں بی بی صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری حسن محمد صاحب مرحوم۔ دارالعلوم شرقی ربوہ)

2 جنوری 2011ء کو ربوہ میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ نیک مخلص، صوم وصلوٰۃ کی پابند، دعا گو اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ چندوں میں ہمیشہ باقاعدہ رہیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ آپ کے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور چھ بیٹے ہیں۔ آپ کا ایک پوتا عزیزم نبیل احمد طاہر جامعہ احمدیہ یوکے میں زیر تعلیم ہے۔

(3) مکرمہ سرداراں بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم منظور احمد صاحب۔ کارکن وکالت تبشیر ربوہ)

31 جنوری 2011ء کو وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بہت نیک اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ ہر دکھ اور مشکل کی گھڑی کو انتہائی صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ چندہ جات اور صدقہ و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھیں۔ بچوں کی بہت اچھی تعلیم و تربیت کی توفیق پائی۔ بڑھاپے کے باوجود دعوت الی اللہ کی خاطر ربوہ کے گرد و نواح کے مختلف دوروں میں سیکرٹری دعوت الی اللہ کا بھرپور ساتھ دیتی رہیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور چھ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(4) مکرم محمد یامین صاحب (مکرم محمد یاسین صاحب آف ڈھاکہ۔ آکسفورڈ۔ یوکے)

21 جنوری 2011ء کو 78 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی مالی قربانیاں قابل قدر ہیں۔ مساجد کی تعمیر اور قرآن کریم کے تراجم کے لئے دل کھول کر چندہ پیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھتے اور بلا امتیاز ان کی مدد کرتے تھے۔ ابتدائی دور میں جب جماعت میں پرنٹنگ کی سہولت موجود نہیں تھی تو یہ جماعت کو کتابیں پرنٹ کروا کر دیتے رہے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁

بقیہ حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے از صفحہ2

بقیہ ... از صفحہ2

جن کا کام یہ ہے کہ وہ ان قوانین کو صحیح طور پر چلائیں جن کو خداتعالیٰ نے سنت اللہ کے نام سے دنیا میں جاری کیا ہے۔ ان کے وجود کے بغیر بے جان مادہ کا سلسلۂ عمل اس خوبی سے چل ہی نہیں سکتا تھا جس طرح کہ وہ ان کی موجودگی میں چل رہا ہے۔

(2) دوسری غلطی ملائکہ کے متعلق یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ بھی انسانوں کی طرح چل پھر کر اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے متعلق بتایا کہ وہ تصرّف کے ذریعہ سے کام کرتے ہیں نہ کہ خود ہر جگہ جا کر۔ اگر انہیں ہر جگہ جا کر کام کرنا پڑتا تو عزرائیل کے لئے اس قدر آدمیوں کی جان یکدم نکالنی مشکل ہوتی۔ ہاں جب انہیں کسی مقام پر ظاہر ہونے کے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس جگہ متمثل ہو جاتے ہیں بغیر اس کے کہ اپنی جگہ سے ہلیں۔

(3) تیسری غلطی ملائکہ کے متعلق یہ لگ رہی تھی کہ گویا وہ بھی گناہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آدم کے واقعہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ملائکہ نے خداتعالیٰ پر اعتراض کیا کہ اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی طرح خیال کیا جاتا تھا کہ بعض ملائکہ دنیا میں آئے اور ایک کنچنی پر عاشق ہو گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی اور وہ چاہ بابل میں اب تک قید ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اتہامات سے ملائکہ کو پاک کیا اور بتایا کہ ملائکہ تو قانون قدرت کی پہلی زنجیر ہیں۔ ان میں خیر و شر کے اختیار کرنے کی قدرت ہی حاصل نہیں۔ انہیں تو جو کچھ خداتعالیٰ کہتا ہے کرتے ہیں۔ نہ اس کے خلاف ایک بالشت ادھر ہو سکتے ہیں نہ ادھر۔

(4) چوتھی غلطی یہ لگ رہی تھی کہ ملائکہ کو ایک فضول ساوجود سمجھا جاتا تھا۔ جیسے کہ بڑے بڑے بادشاہ اپنے گرد ایک حلقہ آدمیوں کا رکھتے ہیں گویا خداتعالیٰ نے بھی اسی طرح انہیں رکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ ایسا نہیں بلکہ سب کارخانہ عالم انہی پر چل رہا ہے پھر ان کا کام انسانوں کے دلوں میں نیک تحریکات کرنا بھی ہے اور انسان ان سے تعلقات پیدا کر کے روحانی علوم میں ترقی کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چھٹا کام

انبیاء کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

چھٹا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ انبیاء کے متعلق جو غلطیاں پھیلی ہوئی تھیں ان کو دور کیا۔

(1) پہلی غلط فہمی انبیاء کے متعلق یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے سنّی سوائے اولیاء اللہ اور صوفیاء کے گروہ اور ان کے متعلقین کے عصمت انبیاء کے مخالف تھے۔ بعض تو امکانات کی حد تک ہی رہتے لیکن بہت سے عملاً انبیاء کی طرف گناہ منسوب کرتے اور اس میں عیب محسوس نہ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ انہوں نے چوری کی تھی۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق کہتے کہ وہ خدا سے ناراض ہو گئے تھے۔ داؤد علیہ السلام کی نسبت کہتے کہ وہ کسی غیر کی بیوی پر عاشق ہو گئے تھے اور اس کے حصول کے لئے انہوں نے خاوند کو جنگ پر بھجوا کر مَروا دیا۔ یہ مرض یہاں تک ترقی کر گیا کہ سید ولدِ آدم ﷺ کی ذات بھی محفوظ نہ رہی تھی۔

(الف) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ یہ خیالات بالکل غلط ہیں اور جو باتیں بیان کی جاتی ہیں بالکل جھوٹ ہیں۔ آپ نے ان باتوں کا غلط ہونا دو طرح ثابت کیا۔ ایک اس طرح کہ فرمایا یہ قانون قدرت ہے کہ معرفتِ کامل گناہ سوز ہوتی ہے۔ مثلاً جسے یقین کامل ہو کہ فلاں چیز زہر ہے، وہ کبھی اسے نہیں کھائے گا۔ پس جب یہ مانتے ہو کہ نبی کو معرفت کامل حاصل ہوتی ہے تو پھر یہ کہنا کہ نبی گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے، یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ پس یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی سے کوئی گناہ سرزد ہو۔

(ب) یہ کہ نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ ہو، ورنہ نبی کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا خداتعالیٰ لکھی لکھائی کتاب نہیں بھیج سکتا تھا۔ پس نبی آتا ہی اس لئے ہے کہ خدا کے کلام پر عمل کر کے لوگوں کو دکھائے اور ان کے لئے کامل نمونہ بنے پس اگر نبی بھی گناہ کر سکتا ہے تو پھر وہ نمونہ کیا ہوگا۔ نبی کی تو غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ جو لفظوں میں خداتعالیٰ کی طرف سے حکم ہو وہ اپنے عمل سے لوگوں کو سکھائے۔

(2) دوسری غلطی جس میں لوگ مبتلا تھے یہ تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ نبی سے اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو لوگ کہتے تھے کہ نبی گنہگار ہو سکتا ہے اور دوسری طرف یہ کہتے کہ نبی سے اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو علمی مسئلہ بنا دیا اور بتایا کہ:۔

(الف) نبی سے اجتہادی غلطی نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ نبی پر جو کلام نازل ہوا وہ اس کا نہیں بلکہ اور ہستی نے نازل کیا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کے سمجھنے میں کسی کو غلطی نہیں لگتی۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ فلاں بات جب میں نے کہی تھی تو اس کا میں نے اور مطلب سمجھا تھا اور اب اور سمجھتا ہوں۔ اس غلطی کا لگنا ثبوت ہوتا ہے کہ اس امر کا کہ وہ بات اس کی بنائی ہوئی نہیں۔ پس آپ نے فرمایا کہ نبی سے اجتہادی غلطی سرزد ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی سچائی کا ایک ثبوت بنے۔

(ب) دوسرے نہ صرف نبی کو اجتہادی غلطی لگتی ہے بلکہ خداتعالیٰ نبی سے اجتہادی غلطی بعض دفعہ خود کرواتا ہے۔ تاکہ اول نبی کا اصطفاء کرے یعنی اس کا درجہ اور بلند کرے۔ اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب ہے جب ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ بیٹے کو قتل کر دیں۔ کیونکہ اگر یہ مطلب ہوتا تو جب وہ قتل کرنے لگے تھے انہیں منع نہ کیا جاتا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب ایسے رنگ میں دکھائی گئی کہ ابراہیمؑ کا ایمان لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ اور جب وہ اس کے ظاہری معنوں کی طرف مائل ہوئے تو اس کی حقیقت ان پر کھولی گئی حتّٰی کہ وہ عملاً بیٹے کو قتل کرنے لگے تب بتایا گیا کہ ہمارا یہ مطلب نہ تھا اور یہ خداتعالیٰ نے اسی لئے کیا تا دنیا کو بتا دے کہ خدا کے لئے ابراہیمؑ اپنا اکلوتا اور بڑھاپے کا بیٹا بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

دوسری قسم کی اجتہادی غلطیاں ابتلائی ہوتی ہیں۔ یعنی بعض لوگوں کا امتحان لینے کیلئے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے وقت ہوا کہ آپؐ کو خواب میں طواف کا نظارہ دکھایا گیا۔ مگر اس سے مراد یہ تھی کہ آئندہ سال طواف ہوگا۔ آپؐ نے سمجھا کہ ابھی عمرہ کر آئیں۔ اور ایک جماعت کثیر کو لے کر آپؐ چل پڑے مگر اللہ تعالیٰ نے حقیقت کا پھر بھی اظہار نہ کیا۔ جب روک پیدا ہوئی تو کئی صحابہ کو حیرت ہوئی اور کمزور طبائع کے لوگ تو تمسخر کرنے لگے اور اس طرح مؤمن و منافق کے ایمان کی آزمائش ہوگئی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ الہام کے سمجھنے میں تب ہی اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے جب الہام کے الفاظ تعبیر طلب ہوں یا جو نظارہ دکھایا جائے وہ تعبیر رکھتا ہو۔ اگر الہام دماغی اختراع ہوتا تو پھر دماغ سے ایسے الفاظ نکلتے جو واضح ہوتے نہ کہ تعبیر طلب نظارے یا الفاظ۔ تعبیر طلب نظارے تو ارادے کے ساتھ نہیں بنائے جا سکتے مثلاً دماغ کو اس سے کیا نسبت ہے کہ وہ قحط کو دبلی گائیوں کی شکل میں دکھائے پس اجتہادی غلطی کا سرزد ہونا الہام کے دماغی اختراع ہونے کے منافی ہے اور اس تشریح کی وجہ سے یورپ کی ان نئی تحقیقاتوں پر جو الہام کے متعلق ہو رہی ہیں، پانی پھر جاتا ہے۔ کیونکہ اجتہادی غلطی کی موجودگی میں جو باریک تعبیر کا دروازہ کھلا رکھتی ہے الہام کو انسانی دماغ کا اختراع کسی صورت میں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ دماغی اختراع اگر فتور دماغ کا نتیجہ ہوگا تو پراگندہ ہوگا اور کبھی پورا نہ ہوگا۔ اگر ذہنی قابلیت کا نتیجہ ہو تو صاف الفاظ میں ہوگا، تعبیر طلب نہ ہوگا۔

(3) تیسری غلطی لوگوں کو شفاعت انبیاء کے متعلق لگی ہوئی تھی اور اس کی دو شقّیں تھیں۔

(الف) یہ کہ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ جو مرضی آئے کرو شفاعت کے ذریعہ سب کچھ بخشا جائے گا۔ چنانچہ ایک شاعر کا قول ہے ؎

مستحق شفاعت گناہگاراں اند

یعنی شفاعت کے مستحق گناہگار ہی ہیں۔

(ب) بعض لوگ اس کے الٹ یہ خیال کرتے تھے کہ شفاعت شرک ہے اور صفات باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں غلطیوں کو دور کیا۔ آپ نے مسئلہ شفاعت کی یہ تشریح کی کہ شفاعت خاص حالتوں میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ہوتی ہے۔ پس شفاعت پر توکل کرنا درست نہیں ہے۔ شفاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ باوجود پوری کوشش کرنے کے پھر بھی انسان میں کچھ خامی رہ گئی ہو اور جب تک انسان شفیع کے ہمرنگ نہ ہو جائے شفاعت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ شفیع کے معنی ہیں جوڑا۔ اور جب تک کوئی رسول کا جوڑا نہ بن جائے شفاعت سے بخشا نہیں جا سکتا۔

پھر وہ جو کہتے ہیں شفاعت شرک ہے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ اگر شفاعت حکومت کے ذریعہ کرائی جاتی۔ یعنی رسول کریم ﷺ خداتعالیٰ سے حکماً کہتے کہ فلاں کو بخش دے تو یہ شرک ہوتا۔ مگر خداتعالیٰ کہتا ہے شفاعت ہمارے اذن سے ہوگی یعنی ہم حکم دے کر رسول سے یہ کام کرائیں گے۔ جب ہم کہیں گے کہ شفاعت کرو، تب نبی شفاعت کرے گا اور یہ امر شرک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس میں نہ خداتعالیٰ کی ہمسری ہے اور نہ اس کی کسی صفت پر پردہ پڑتا ہے۔

آپ نے ثابت کیا کہ نہ صرف شفاعت جائز ہے بلکہ دنیا کی روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے اور اس کے بغیر دنیا کی نجات ناممکن ہے کیونکہ خداتعالیٰ کا قانون ہے کہ ورثہ سے کمالات ملتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کا باپ نماز نہیں پڑھتا مگر بیٹا پکا نمازی ہوتا ہے، پھر اس بیٹے کو یہ بات ورثہ میں کس طرح ملی؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ باپ میں نماز پڑھنے کی قابلیت تھی تبھی بیٹے میں آئی ورنہ کبھی نہ آتی۔ بھینس میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ اس لئے کسی بھینس کا بچہ ایسا نہیں ہوتا جو نماز پڑھ سکے۔ پس حق یہی ہے کہ کمالات ورثہ میں ملتے ہیں اور جب جسمانی کمالات ورثہ میں ملتے ہیں تو روحانی کمالات بھی ان اشخاص کو جو آدم کے مقام پر نہیں ہوتے بغیر ورثہ کے نہیں مل سکتے۔ پس انسانوں کے لئے جو اپنی ذات میں کمال حاصل نہیں کر سکتے، نبی بھیجے جاتے ہیں یعنی خداتعالیٰ ایسے انسان پیدا کرتا ہے جن پر آسمان سے روحانیت کے فیوض ڈالے جاتے ہیں۔ اور ان کو خداتعالیٰ آدم قرار دیتا ہے پھر ان کی روحانی اولاد بن کر دوسرے لوگوں کو روحانی فیوض ملتے ہیں۔ اور اس طرح وہ نجات حاصل کرتے ہیں۔ پس شفاعت تو قانون قدرت سے کامل مطابقت رکھنے والا مسئلہ ہے نہ کہ اس کے خلاف۔

(باقی آئندہ)

امداد طلباء

پسماندہ ممالک میں بہت سے والدین مالی وسائل کی تنگی کی وجہ سے اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے۔

ایسے مستحقین کی مدد کے لئے جماعت میں ''امداد طلباء'' کے نام سے فنڈ قائم ہے۔

فی طالبعلم جو اوسطاً سالانہ اخراجات ہوتے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ پرائمری/سیکنڈری	پچانوے پاؤنڈ (£95/=)
2۔ کالج لیول	دوصد پچاس پاؤنڈ (£250/=)
3۔ دیگر پروفیشنل تعلیم	ایک ہزار پاؤنڈ (£1000/=)

جو مخیّر احباب اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ احمدیہ مسلم جماعت (AMJ) کے نام اپنے چیکس/رقوم براہ راست یا اپنی جماعت کی معرفت وکالتِ مال لندن کو بھجوا سکتے ہیں۔ ان رقوم سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے مستحق طلباء کی مدد کی جاتی ہے۔ اس وقت پسماندہ ممالک کے ہزاروں طلباء اس سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A. Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- *24hrs Crime Line*: 07533667921

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت میاں محمد خان صاحب کپورتھلویؓ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ یکم جنوری 2009ء میں حضرت میاں محمد خانصاحب کپورتھلویؓ کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ آپؓ کے بارہ میں ایک مضمون قبل ازیں 2/جنوری 1998ء کے ’’الفضل انٹرنیشنل‘‘ کے اسی کالم کی زینت بن چکا ہے۔

حضرت میاں محمد خانصاحبؓ کپورتھلہ کی پاکیزہ جماعت کے پاک ممبر تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے فدائی، عاشق اور نہایت مخلص رفیق تھے۔ حضور کے دعویٰ بیعت سے قبل ہی حضور کی صداقت میں ایک یقین رکھتے تھے۔ 1888ء میں بشیر اول کی وفات پر مخالفین نے شور مچایا لیکن آپ ذرا بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقع پر فرمایا: ’’میاں محمد خان صاحب بھی بہت پرانے مخلصین میں سے تھے...... خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہی شخص ہے جس نے مجھے شکست دی ہے اور وہ میاں محمد خان صاحب ہیں۔ بشیر اول کے فوت ہونے پر لوگوں نے حضرت صاحب کو بہت سے خطوط لکھے۔ مولوی صاحب نے لکھا کہ اگر اس وقت میرا اپنا بیٹا مرجاتا تو میں کچھ پرواہ نہ کرتا مگر بشیر اول فوت نہ ہوتا اور لوگ اس ابتلا سے بچ رہتے اور ساتھ ہی لکھا کہ اگر اس قسم کا کوئی اور خط بھی آیا ہو تو اس سے آگاہ فرماویں۔ اس پر حضرت صاحب نے مولوی صاحب کو دو خط بھیجے جن میں سے ایک میاں محمد خان صاحب کا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر میرا ہزر بیٹا ہوتا اور وہ میرے سامنے قتل کردیا جاتا تو مجھے اس کا افسوس نہ ہوتا ہاں بشیر کی وفات سے لوگوں کو ابتلا نہ آتا۔ مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ خط پڑھ کر سخت ہی شرمندہ ہوا‘‘۔

جب حضور نے دعویٰ ماموریت فرمایا تو آپ بھی کپورتھلہ کے دیگر احباب کے ساتھ لدھیانہ حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کا اخلاص، اطاعت اور سیرت، جماعت کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’حبی فی اللہ میاں محمد خان صاحب ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں۔ نہایت درجہ کے غریب طبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں اور جس قدر انہیں میری نسبت عقیدت وارادت ومحبت و نیک ظن ہے، مَیں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ مجھے ان کی نسبت یہ تردد نہیں کہ ان کے اس درجۂ ارادت میں کبھی کچھ ظن پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ وہ سچے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہو۔ ان کا نوجوان بھائی سردار علی خاں بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔ یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت سعید ورشید ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا محافظ ہو۔‘‘

حضرت اقدس کے ساتھ تعلق میں فدایانہ رنگ رکھتے تھے اس لئے قادیان کی روزانہ خبر چاہتے تھے۔ ایک بار حضرت منشی اروڑے خان صاحب سے کہنے لگے منشی جی! یا تو اب ہم کفن پہن لیتے ہیں اور قادیان میں چل بیٹھتے ہیں یا کچھ ڈاک کا انتظام کرو۔ قادیان کی ڈاک نہیں آتی تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر باہم مشورہ کیا گیا ایک دوست نے کہا اونٹ خریدو جو صبح جاوے اور شام کو واپس آئے۔ اس پر اونٹ منگوائے گئے اور ان کی دوڑیں بھی دیکھی گئیں مگر برسات کی دقت کی وجہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ یہ انتظام ٹھیک نہیں۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ کسی آدمی کو قادیان بھیج دیا جائے جو روزانہ خط لکھا کرے۔ اس پر حضرت منشی فیاض علی صاحب یکے از 313 نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ چنانچہ وہ قادیان چلے گئے۔ ان کے گھر والے حضرت محمد خان صاحب کے گھر پر آرہے۔ جب تک وہ لوگ مہمان رہے آپ اپنے مکان کے اندر نہیں گئے دروازہ سے بات کرلیتے تھے۔ مگر یہ طریق بھی زیادہ دیر نہ چل سکا اور حضرت منشی صاحب واپس آگئے۔ آپ نے فرمایا تکلیف بھی بڑھ گئی مگر میرا مقصد بھی پورا نہ ہوا۔‘‘

آپ کی اولاد بھی اخلاص وفدائیت میں آپ ہی کے نقش قدم پر تھی۔ آپ کی یکم جنوری 1904ء کو وفات ہوئی۔ مارچ 1956ء میں حضرت مصلح موعود نے اپنے صاحبزادے محترم مرزا اظہر احمد صاحب کا نکاح حضرت میاں محمد خان صاحب کے بیٹے کی نواسی کے ساتھ پڑھا جس میں فرمایا: ’’خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی تھے اور آپ سلسلہ سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب وہ یکم جنوری 1904ء کو فوت ہوئے تو دوسرے دن حضرت مسیح موعودؑ مسجد میں صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے اور فرمایا آج مجھے الہام ہوا ہے کہ ’’اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے‘‘۔ حاضرین مجلس نے کہا کہ حضور کے اہل خانہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ پھر یہ الہام کس شخص کے متعلق ہے؟ آپؑ نے فرمایا خان محمد خان صاحب کپورتھلوی کل فوت ہوگئے ہیں اور یہ الہام مجھے انہی کے متعلق ہوا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے الہام میں انہیں اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ پھر ان کے متعلق یہ الہام بھی ہوا کہ ’’اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا‘‘۔ بہرحال ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ سے تعزیت کرنا اور یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ روحانی رنگ میں اہل بیت میں ہی شامل تھے۔...... کس طرح ایک زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زبان سے ایک پیشگوئی فرمائی اور پھر اسے پورا کیا۔ 1904ء میں ایک شخص کے متعلق اس نے الہاماً فرمایا کہ وہ اہل بیت میں سے ہے۔...... اور اس طرح صرف روحانی طور پر ہی نہیں جسمانی طور پر بھی وہ حضرت مسیح موعودؑ کے اہل بیت میں شامل ہوجائیں گے‘‘۔

حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا

ماہنامہ مصباح جنوری 2009ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا رَبِّ کُلّ شَیٍٔ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی سے متعلق ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ 7/دسمبر 1902ء کو نماز ظہر کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو ایک خواب بیان فرمائی جس میں تین بھینسوں سے آپؑ کو اِس دعا کی برکت سے نجات بخشی گئی اور بتایا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے نجات ہوگی۔ پھر نماز مغرب کے بعد حضور نے اسی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کردیئے ہیں۔

ایک دن فرمایا کہ ہیضہ کے لئے ہم تو نہ کوئی دوا بتلاتے ہیں نہ نسخہ۔ صرف یہ بتلاتے ہیں کہ راتوں کو اٹھ کر دعا کریں اور اسم اعظم کی تکرار نماز کے رکوع سجود وغیرہ میں اور دوسرے وقتوں میں کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 4/اکتوبر 1968ء کو اس دعا کے پڑھنے کی تحریک فرمائی اور اس کے مطالب اور مفاہیم پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ’’اس دعا میں اللہ تعالیٰ نے سچی توحید اور ربوبیت تامہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے وہ کہ جو ربوبیت کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اس کے سامان بھی پیدا کرتا ہے اور وہی ہے کہ اس کے ارادوں میں کوئی غیر روک نہیں بن سکتا اور ہر چیز کو اس نے مسخر کیا ہوا ہے...... اس نے یہ حکم بھی جاری کیا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کسی شخص کی ترقی (روحانی وجسمانی) میں اس کی پیدا کردہ کوئی چیز روک نہ بنے لیکن بہت سے ایسے بدقسمت انسان بھی ہوتے ہیں جو اپنے ہی کیے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیتے ہیں اور ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت پر لگایا ہوتا ہے وہی اس کی ایذاء کے درپے ہوجاتی ہے وہ اسے دکھ پہنچانے لگتی ہے۔ اسے زندگی اور حیات سے دُور کر دیتی ہے اور اسے نور سے کھینچ کر اندھیروں میں لے جاتی ہے، اسے خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل نہیں ہونے دیتی بلکہ شیطان کے پیچھے لگا دیتی ہے اور جہنم کی طرف اس کا منہ کردیتی ہے۔ جسمانی دکھ اور تکالیف ہوں یا روحانی طور پر ناکامیاں اور نامرادیاں ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء اور اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں...... (غرض) تمام اشیاء مضرت اسی وقت پہنچاتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا اذن مضرت پہنچانے کا ہو اور تمام نفع مند چیزوں سے انسان صرف اس وقت نفع حاصل کرسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا بھی منشاء ہو کہ وہ ان سے نفع حاصل کرے۔ اس لئے خدا سے یہ دعا کرو کہ اے ہمارے ربّ مضرتوں سے ہماری حفاظت کر نفع ہمیں پہنچا ہماری نصرت اور مدد کو آ اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نواز۔ یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً سکھائی گئی ہے...... آپؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھتا رہے گا وہ ہر ایک آفت سے محفوظ رہے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 30/مئی 1986ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے ایک رات مجھے بار بار مسلسل اس دعا کی طرف متوجہ فرمایا: رَبِّ کُلّ شَیٍٔ خَادِمُکَ...... اور یہ نظارہ بار بار میں دیکھتا رہا کہ ابھی کچھ آفات جماعت کے سامنے باقی ہیں۔ ان آفات کو ٹالنے کے لئے میں مختلف دعائیں کرتا ہوں اور کچھ اثر پڑتا ہے اور پھر بھی وہ باقی رہتی ہیں۔ پھر میری توجہ اس طرف مبذول ہوتی ہے کہ رَبِّ کُلّ شَیٍٔ خَادِمُکَ کی دعا کرنی چاہیے اور جب میں یہ دعا کرتا ہوں تو جس طرح تیزاب سے زنگ دھل جاتا ہے یا صبح صادق سے اندھیرے دھل جاتے ہیں اسی طرح وہ آفات بالکل زائل ہوجاتی ہیں اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا‘‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے 3/اکتوبر 2008ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ’’چند دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ دشمن کا کوئی منصوبہ ہے، تو میں اس کو حملے سے پہلے ہی بھانپ لیتا ہوں اور اس وقت میں یہ دعا پڑھ رہا ہوں کہ رَبِّ کُلّ شَیٍٔ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی اور پڑھتے پڑھتے مجھے خیال آتا ہے کہ اپنے سے زیادہ مجھے جماعت کے لئے دعا پڑھنی چاہیے تو اس میں جماعت کو بھی شامل کروں۔ تو اس حوالہ سے میں آپ کو بھی تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ احباب جماعت بھی اپنی دعاؤں میں اس دعا کو بھی ضرور شامل کریں، اللہ تعالیٰ ہر شر سے ہر ایک کو بچائے، اور جماعت کی حفاظت فرمائے‘‘۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 2 اگست 2008ء میں مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

خدا کے فضلوں کا زندہ نشان سر پر ہے
ہیں خوش نصیب کہ اک سائبان سر پر ہے
عجب سرور میں کٹتے ہیں اپنے شام وسحر
رہِ حیات میں اک پاسبان سر پر ہے
خوشا نصیب ہیں قسمت پہ ناز ہے ہم کو
کہ رحمتوں کا وسیع آسمان سر پر ہے
خدا کے فضل برستے ہیں بارشوں کی طرح
وہ اپنا خالقِ کون و مکان سر پر ہے

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 2 اگست 2008ء میں مکرم فاروق محمود صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

لرزتی کپکپاتی اک جماعت کو سنبھالا تھا
خدا کے ہاتھ نے دشتِ بلا سے خود نکالا تھا
پھر اس کے فضل کا انداز ویسا ہی نرالا تھا
بہت ہی مختصر سی رات تھی اور پھر اجالا تھا
ہمیشہ سے وہی قدرت عجب جلوے دکھاتی ہے
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
ہوا کہ دوش پر آقا ترا دیدار ہوجانا
کئی غافل پڑی روحوں کا یوں بیدار ہوجانا
تری صحبت کو پا کر پھر مع الابرار ہوجانا
خلافت ہی کی برکت ہے مرے اشعار ہوجانا
یہ حبل اللہ ہے جو خالق سے بندے کو ملاتی ہے
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

22nd April 2011 – 28th April 2011

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 22nd April 2011

00:00	MTA World News
00:15	Tilawat
00:30	Insight & Science and Medicine Review
01:05	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 17th December 1996.
02:05	Historic Facts
03:00	T arjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 27th April 1995.
04:20	Jalsa Salana Fiji: concluding address delivered by Huzoor, on 29th April 2006.
06:05	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Historic Facts
07:05	Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor, recorded on 16th April 2011.
08:10	Siraiki Service
09:00	Rah-e-Huda: rec. on 16th April 2011.
10:30	Indonesian Service
12:00	Live Friday sermon: delivered by Huzoor from Baitul Futuh Mosque, London.
13:15	Tilawat
13:30	Dars-e-Hadith
13:45	Seerat Sahabiyat-e-Rasool
14:15	Bengali Service
15:25	Real Talk
16:30	Friday Sermon [R]
17:45	Historic Facts [R]
18:30	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 2nd October 2005.
19:00	Seerat Sahabiyat-e-Rasool [R]
19:30	Yassarnal Qur'an
20:00	Fiq'ahi Masa'il
20:35	Friday Sermon [R]
22:00	Insight
22:15	Rah-e-Huda [R]

Saturday 23rd April 2011

00:00	Tilawat
00:10	Dars-e-Hadith
00:30	International Jama'at News
01:05	Liqa Ma'al Arab: rec. on 18th December 1996.
02:15	Fiq'ahi Masa'il
02:50	Friday Sermon: rec. on 22nd April 2011.
04:00	Seerat Sahabiyat-e-Rasool
04:25	Rah-e-Huda: rec. on 16th April 2011.
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	International Jama'at News
07:05	Yassarnal Qur'an
07:25	Jalsa Salana New Zealand: concluding address delivered by Huzoor, on 6th May 2006.
08:20	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests.
09:30	Friday Sermon [R]
10:55	Indonesian Service
12:00	Tilawat
12:10	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
12:40	Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
13:40	Bangla Shomprochar
14:40	Children's class with Huzoor.
16:10	Live Rah-e-Huda
18:10	Children's class with Huzoor. [R]
19:15	Faith Matters: an English question and answer programme.
20:20	International Jama'at News
21:05	Intikhab-e-Sukhan [R]
22:10	Rah-e-Huda [R]
23:45	Friday Sermon [R]

Sunday 24th April 2011

01:10	Tilawat
01:25	Dars-e-Hadith
01:45	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 19th December 1996.
03:10	Friday Sermon: rec. on 22nd April 2011.
04:25	Yassarnal Qur'an
04:55	Faith Matters
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Hadith
06:25	Children's class with Huzoor.
07:25	Children's Corner
08:00	Faith Matters
09:00	Jalsa Salana Japan: concuding address delivered by Huzoor, on 13th May 2006.
10:00	Indonesian Service
11:00	Spanish Service: Spanish translation of the Friday sermon, recorded on 9th February 2007.
11:55	Tilawat
12:05	Yassarnal Qur'an
12:25	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00	Bengali Service
14:00	Friday Sermon [R]
15:05	Children's class with Huzoor.
16:30	Faith Matters [R]
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:30	Children's class with Huzoor. [R]
19:40	Real Talk
20:40	Children's Corner [R]
21:20	Jalsa Salana Japan [R]
22:20	Friday Sermon [R]
23:30	Ashab-e-Ahmad

Monday 25th April 2011

00:10	MTA World News
00:40	Tilawat
00:55	Yassarnal Qur'an
01:15	International Jama'at News
01:45	Attractions of Canada
02:15	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 23rd December 1996.
03:50	Friday Sermon: rec. on 22nd April 2011.
04:55	Faith Matters
06:00	Tilawat
06:20	Dars-e-Hadith
06:30	International Jama'at News
07:00	Seerat-un-Nabi (saw)
07:50	Children's class with Huzoor.
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th December 1997.
10:00	Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon, delivered on 11th February 2011.
11:20	MTA Travel: Royal Rajasthan and Jaipur, India.
11:55	Tilawat
12:05	International Jama'at News
12:40	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Friday Sermon: rec. on 22nd July 2005.
15:10	MTA Travel [R]
16:20	Rah-e-Huda
18:00	MTA Variety
18:30	Arabic Service
19:35	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th December 1996.
20:40	International Jama'at News
21:15	Children's class with Huzoor. [R]
22:20	MTA Travel [R]
23:00	Friday Sermon [R]

Tuesday 26th April 2011

00:15	MTA Variety
00:40	Tilawat
01:00	Insight & Science and Medicine Review
01:35	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th December 1996.
02:50	MTA Variety
03:15	Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th December 1997.
04:20	Seerat-un-Nabi
05:10	Jalsa Salana Belgium: concluding address delivered by Huzoor, on 4th June 2006.
06:00	Tilawat
06:15	Dars-e-Malfoozat
06:30	Science and Medicine Review & Insight
07:05	Yassarnal Qur'an
07:30	Discover Alaska
08:00	Children's class with Huzoor.
09:15	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests.
10:00	Indonesian Service
11:00	Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon, delivered on 11th June 2010.
12:30	Tilawat
12:40	Zinda Log
13:05	Science and Medicine Review & Insight
13:35	Bangla Shomprochar
14:35	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 19th May 2004.
15:35	Historic Facts
16:25	Rah-e-Huda
18:00	MTA Variety
18:30	Arabic Service
19:30	Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 22nd April 2011.
20:35	Science and Medicine Review & Insight
21:05	Children's class with Huzoor. [R]
22:05	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema [R]
23:05	Real Talk

Wednesday 27th April 2011

00:00	MTA World News
00:40	Tilawat
00:50	Dars-e-Malfoozat
01:05	Yassarnal Qur'an
01:30	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 25th December 1996.
02:30	Learning Arabic
02:45	Discover Alaska
04:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests.
04:55	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 19th May 2004.
06:05	Tilawat
06:20	Dua-e-Mustaja'ab
06:40	Yassarnal Qur'an
07:15	Masih Hidustan Main
08:00	Children's class with Huzoor.
09:05	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests.
09:45	Indonesian Service
10:50	Swahili Service
11:55	Tilawat
12:10	Dars-e-Malfoozat
12:35	Zinda Log: a programme about the martyrs of Ahmadiyyat.
13:10	Friday Sermon: rec. on 29th July 2005.
14:20	Bangla Shomprochar
15:40	Dua-e-Mustaja'ab [R]
16:20	Fiq'ahi Masa'il
16:55	Dars-e-Malfoozat [R]
17:30	Attractions of Australia
18:00	MTA Variety
18:25	Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 2nd October 2005.
18:55	Dua-e-Mustaja'ab [R]
19:25	Real Talk
20:25	Yassarnal Qur'an [R]
20:55	Fiq'ahi Masa'il [R]
21:35	Children's class with Huzoor. [R]
22:40	Friday Sermon [R]

Thursday 28th April 2011

00:00	MTA World News
00:30	Tilawat
00:55	Dars-e- Malfoozat
01:10	Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 30th December 1996.
02:20	Fiqahi Masail
02:50	MTA Variety
03:25	Masih Hidustan Main
04:05	Friday Sermon: rec. on 29th July 2005.
05:15	Jalsa Salana Holland: concluding address delivered by Huzoor, on 18th June 2006.
06:00	Tilawat
06:20	Children's class with Huzoor.
07:25	Yassarnal Qur'an
08:00	Faith Matters
09:00	Kuch Yaadain Kuch Baatain
10:10	Indonesian Service
11:15	Pushto Service
12:10	Tilawat
12:30	Zinda Log
13:05	Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, recorded on 22nd April 2011.
14:10	Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 3rd May 1995.
15:20	Moshaa'irah
16:15	Dars-e- Malfoozat
16:40	Faith Matters [R]
17:50	Yassarnal Qur'an
18:30	Jalsa Salana United Kingdom: opening address delivered by Huzoor, on 28th July 2006.
19:40	Kuch Yaadain Kuch Baatain [R]
20:35	Faith Matters [R]
21:35	Children's class [R]
22:50	Tarjamatul Qur'an class [R]
23:55	Dars-e- Malfoozat [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Translations for Huzoor's programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 18 | Friday 15 April , 2011 | Issue No. 15

بعض معاشروں اور خاندانوں میں عورت کو بالکل ایک حقیر سی چیز سمجھا جاتا ہے۔ مغرب جو آج عورت کی آزادی کا علمبردار بنا پھرتا ہے یہاں بھی چند دہائیاں پہلے تک عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

اسلام کی تعلیم میں جو عورت پر بعض کاموں کی پابندیاں ہیں اس لئے نہیں کہ یہ کام وہ کر نہیں سکتی یا اس کے حقوق سلب کئے جائیں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کے کاموں میں تقسیم کر دی ہے۔ لیکن حقوق کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں۔

جس پہلو سے بھی دیکھیں اسلام عورت کے حق کی حفاظت کرتا ہے کسی دوسری شریعت میں اس حد تک عورت کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی۔

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے عورتوں کے ارفع مقام اور ان کے مختلف حقوق کا نہایت اہم اور پُر تاثیر بیان)

ہر احمدی عورت ہمیشہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کی شکرگزاری کا حق ادا کرنے کے لئے ہم نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہے، اپنے گھروں میں رائج کرنا ہے، اپنی نسلوں میں جاری رکھنا ہے۔

دین کے معاملہ میں ہمیشہ ایک احمدی عورت کو غیرت دکھانی چاہئے۔

جلسہ سالانہ برطانیہ 2008ء کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خواتین سے روح پرور خطاب۔ فرمودہ 26/جولائی 2008ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃ المہدی (آلٹن۔ یوکے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

ایک زمانہ تھا کہ عورت کو اس کا جائز مقام نہیں دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں میں بھی باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں عورت کے حقوق قائم کرتا ہے، اس کا مقام ایسا تھا مثلاً ایک بیوی کی حیثیت، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایسی تھی کہ اُسے پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا بلکہ اب بھی بعض مسلمان ممالک میں اور تیسری دنیا کے غریب ملکوں میں، چاہے مسلمان ہیں یا عیسائی ہیں، عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بعض معاشروں اور خاندانوں میں عورت کو بالکل ایک حقیر سی چیز سمجھا جاتا ہے۔ مغرب جو آج عورت کی آزادی کا علمبردار بنا پھرتا ہے یہاں بھی چند دہائیاں پہلے تک عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ آج عورت کے حقوق کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ آج بھی بعض اہم کام مغرب کے جو تعلیم یافتہ لوگ ہیں وہ عورت کو نہیں دینا چاہتے مثلاً امریکہ میں صدارتی امیدوار کے لئے جو امیدوار کھڑے ہوئے، ان میں ایک عورت بھی تھی اور اس کے خلاف بھی یہ عذر پیش کیا جاتا رہا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ امریکہ کی صدر ایک عورت بن جائے۔ گو اس تأثر کو زائل کرنے کے لئے بعد میں بہت کوششیں کی گئیں، پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی لیکن حقیقت میں ایک بہت بڑا طبقہ وہاں کے لوگوں کا بھی اس بات کے خلاف ہے کہ امریکہ میں عورت کبھی صدر بنے۔ اب بظاہر امریکہ بڑا ترقی یافتہ ملک کہلاتا ہے اور شہری آزادی اور حقوق کے بارے میں بڑے کھلے دل و دماغ کا مالک کہلاتا ہے لیکن یہ برداشت نہیں ہوسکا کہ عورت وہاں کی صدر بن سکے، حکومت کی سربراہ بن سکے۔ اسلام کی تعلیم تو کھلی ہے۔ اسلام کی تعلیم میں جو عورت پر بعض کاموں کی پابندیاں ہیں اس لئے نہیں کہ یہ کام وہ کر نہیں سکتی یا اس کے حقوق سلب کئے جائیں بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے مرد اور عورت کے کاموں میں تقسیم کر دی ہے کہ یہ کام مرد نے کرنے ہیں اور یہ کام عورت نے کرنے ہیں۔ لیکن حقوق کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں۔

اسلام سے پہلے کا جو عرب معاشرہ تھا اگر اس کی تاریخ ہم دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کیا ظالمانہ سلوک عورت سے کیا جاتا تھا۔ وہی ظالمانہ سلوک کچھ دہائیاں پہلے مغرب میں بھی عورت سے کیا جاتا تھا بلکہ اب بھی جب موقع ملتا ہے تو کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں گھریلو ناچاقیاں اور طلاقوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

بیوی کی حیثیت سے تو عورت اس عرب معاشرہ میں بہت سے حقوق سے محروم تھی۔ لیکن بیٹی کی حیثیت سے بھی بعض قبیلے اور لوگ ایسے تھے کہ اس سے بہت برا سلوک کرتے تھے۔ اور تاریخ میں ایسے سلوک کے نظارے پیش ہوتے ہیں کہ جو رونگٹے کھڑے کرنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان حقوق کو قائم کیا۔ عورتوں کا جو حق ہے، ورثہ ہے اس کو قائم فرمایا۔ ان کو برابری کے حقوق دلوائے۔ آج نئی نسل کو شاید یہ سمجھ نہ آئے اور بہت سارے نئے آنے والوں کو بھی سمجھ نہ آئے کہ ان بنیادی حقوق سے محرومی کس طرح ہوسکتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے عربوں کے جو رسم و رواج تھے ان کو بھی مَیں مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔

بعض قبیلوں میں دستور تھا کہ بیوی، جو بیوہ عورت ہے وہ فوت شدہ خاوند کی وراثت کا درجہ رکھتی تھی اور باقی جائیداد کی طرح وہ بھی قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ اور سوتیلا بیٹا تک جو تھے اس کے حقدار ہوتے تھے۔ ان کو وراثت میں بانٹی جاتی تھی۔ پھر اس سوتیلے بیٹے کی مرضی ہے چاہے تو خود اس سے شادی کرلے، چاہے ویسے رکھ لے۔ اور اگر خود شادی نہیں کرنی تو پھر کسی اَور سے اپنی مرضی سے، نہ کہ عورت کی مرضی سے، جہاں وہ بیٹا چاہتا تھا شادی کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے سخت مناہی فرمائی ہے۔ کیونکہ وہ عورتیں جو تمہاری سوتیلی مائیں ہیں وہ تمہارے باپوں کی بیویاں ہیں اس لئے تمہاری مائیں ہیں اور اس وجہ سے وہ تم پر حرام ہیں اور یقیناً یہ فعل انتہائی گندہ اور غصہ دلانے والا ہے اور بہت بری رسم ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (البقرۃ:235) اور تم میں سے جو لوگ وفات دیئے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ پس جب وہ اپنی مقررہ مدت کو پہنچ جائیں تو پھر وہ عورتیں اپنے متعلق معروف کے مطابق جو بھی کریں اس بارے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

پس یہاں اس آیت میں عورت کو آزادی دی گئی ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد عدت کا وقت گزر جانے پر وہ شادی کا فیصلہ کرے اور پھر فرمایا کہ جو رشتہ دار اور عزیز ہیں اس کی شادی میں روک نہ بنیں۔ بلکہ حدیث میں ہے کہ بیوہ جو ہے اپنا ولی بھی خود مقرر کرسکتی ہے۔ تو یہ آزادی ہے جو اس وقت کے رسم و رواج کو توڑ کر عورت کی قائم کی گئی۔

پھر اسلام نے سب سے پہلے عورت کو ورثہ کا حقدار بنایا۔ چنانچہ قرآن کریم میں لڑکیوں کو ماں باپ کے ورثہ کا حقدار قرار دیا گیا۔ بیویوں کو خاوند کے ورثہ کا حقدار قرار دیا گیا۔ ماؤں کو بچوں کے ورثے کا حقدار قرار دیا گیا۔ اگر ان میں سے کوئی جائیداد چھوڑ کر ماں باپ سے پہلے فوت ہوجاتا ہے تو اُس صورت میں مائیں اس کی حقدار بن جاتی ہیں۔ پھر بعض صورتوں میں بیٹوں کو، بیٹیوں کو یا بہنوں کو بھائیوں کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے کسی مذہب نے عورت کے اس طرح حقوق قائم نہیں کئے۔ خاوند کو یہ حق نہیں کہ عورت کے مال میں سے لے لے۔ عورت کی کمائی میں سے کچھ لے۔ اس بات سے سخت مناہی کی گئی ہے۔ فرمایا کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النسآء:35) مرد عورت پر نگران ہیں اُس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال اُن پر خرچ کرتے ہیں۔ یعنی مرد کو فضیلت ہے اس لئے کہ وہ گھر کے نگران بنائے گئے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ گھر کا خرچ جو ہے وہ مرد نے چلانا ہے۔ اگر مرد اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر رہا تو اس کا وہ مقام نہیں ہے۔ اگر وہ بچوں کی تربیت میں

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں